عہد رضا میں وابستگان رضا کی صحافتی خدمات

مولانا عبدالسلام رضوی
مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج، بریلی شریف

یہ بات ''دو اور دو چار'' کی طرح واضح اور مسلّم ہے کہ صحافت ترسیل و تبلیغ کا ایک اہم، موثر اور کام یاب ترین طریقہ ہے۔ اس کے ذریعہ آدمی ایک ہی مقام پر بیٹھے بیٹھے دور دراز کے سیکڑوں ہزاروں آدمیوں تک اپنے نظریات پہنچا دیتا ہے۔ ان کے ذہنوں میں انقلاب کی روح پھونک دیتا ہے، ان کے اندر کسی کے لیے حمایت اور دوسرے کے لیے مخالفت کے جذبات پیدا کر دیتا ہے۔ ایک مقام پر ہونے والے واقعات و حالات سے ان کو آگاہ کر دیتا ہے۔

لہٰذا وابستگانِ رضا نے بھی اس اہم اور کام یاب ذریعۂ ترسیل و تبلیغ سے بے اعتنائی نہیں برتی بلکہ انھوں نے جہاں تدریس و تعلیم کے ذریعہ علوم دینیہ کی اشاعت کی اور ان کو فروغ دیا، وعظ و تقریر، تصنیف و تالیف کے ذریعہ لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی، ان کو تصلب بخشا، اعمالِ صالحہ کی ترغیب دی، رسوم قبیحہ سے آگہی بخشی، غلط نظریات و معتقدات کا رد و ابطال کیا، ماضی کی زریں تاریخ سے لوگوں کا رشتہ جوڑے رکھا اور مناظرات کے ذریعہ اہل باطل کی سرکوبی و بیخ کنی کی وہیں ان امور کی انجام دہی کے لیے طریقہ صحافت کو بھی اختیار فرمایا، خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولانا محرم علی چشتی صدر ثانی انجمن نعمانیہ لاہور کو ان کے ایک مکتوب کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بہ قیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ، دوازدہم، ص ۱۳۴)

چناں چہ بریلی شریف میں اس کے مطابق عمل بھی ہوا کہ ماہ نامہ ''الرضا'' جاری کیا گیا جس نے سالوں تک خدمت دین انجام دی۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

مجھے اس مضمون میں عہد امام احمد رضا (ولادت: ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء۔ وصال: ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) میں آپ کے وابستگان کی صحافتی خدمات کا ذکر کرنا ہے۔ مجھے کم وقتی اور محدود تلاش و جستجو کے نتیجہ میں عہد رضا میں وابستگان رضا کی جن صحافتی خدمات یعنی ان کے جاری کردہ یا زیر ادارت جن اخبارات و رسائل کا علم ہوا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ماہ نامہ ''الرضا'' بریلی شریف
(۲) ماہ نامہ ''السواد الاعظم'' مراد آباد
(۳) ''الاسلام'' گجراتی افریقہ
(۴) ماہ نامہ ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ
(۵) ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرت سر
(۶) ہفت روزہ ''اہل فقہ'' امرت سر
(۷) ہفت روزہ ''دبدبہ سکندری'' رام پور
(۸) ماہ نامہ ''انجمن نعمانیہ ہند'' لاہور
(۹) ''روز افزوں'' بریلی شریف

اب لف و نشر مرتب کے طور پر ان کا تعارف اور جاری کنندگان یا مدیران کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ وابستگی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ماہ نامہ ''الرضا'' بریلی شریف:

ماہ نامہ ''الرضا'' کا اجرا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیاتِ مبارکہ میں ہوا۔ اس کا پہلا شمارہ ماہ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ کو منظر عام پر آیا۔ ایڈیٹر اعلیٰ حضرت کے بھتیجے حضرت مولانا محمد حسنین رضا صاحب ابن حضرت استاذ زمن تھے علیہم الرحمۃ والرضوان۔ اور اہتمام کی خدمت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے سپرد تھی۔ سالانہ زر تعاون دو روپے تھا۔

''الرضا'' کے سرورق پر جو عبارت طبع ہوتی تھی وہ اس رسالہ کا جامع تعارف ہے۔ اس کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

''شریعت نبوی کا حامی، طریقت مصطفوی کا مددگار، اخلاق محمدی کا سکھانے والا، کفر و شرک سے بچانے والا، اصولِ معاشرت بتانے والا، اسلام کا سچا ہم درد، مسلمانوں کا بہترین رہ نما، تمدنی، اخلاقی، تاریخی مضامین کا دل کش مجموعہ جو بہ تعین تاریخ و وقت اپنے دار الاشاعت بریلی محلہ سوداگران، بہ ادارت خادم الطلبہ محمد حسنین رضا خاں شائع ہوتا ہے۔ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں بہ اہتمام مولوی امجد علی صاحب۔''

اس میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مرتبہ ''ملفوظات اعلیٰ حضرت'' قسط وار شائع ہوتے تھے۔ ''فقہیات'' مستقل عنوان تھا جس کے تحت فتاویٰ رضویہ سے فتاویٰ منقول ہوتے تھے۔

اعلیٰ حضرت کی کئی کتابیں پہلی بار ماہ نامہ ''الرضا'' ہی میں طبع ہوئیں، ''النھی الاکید'' قسط وار چھپی۔ (۱) ''معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین'' صفر اور ربیع الاول

۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء کے دوشماروں میں شائع ہوئی (۲) ’’فوز مبین‘‘ کے بارے میں حضرت مولانا حسنین رضا صاحب علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

’’فوز مبین‘‘ بہ اقساط شائع ہوتی رہی۔ جب ’’الرضا‘‘ بادسموم کے جھونکوں سے ختم ہوا تو کتاب کی طباعت بھی بند ہوگئی۔(۳)

اس کتاب کے تقریباً ۹۶ صفحات اعلیٰ حضرت کی حیات میں ماہ نامہ ’’الرضا‘‘ میں شائع ہوئے۔(۴) ایک قسط ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ کے شمارہ میں بھی شائع ہوئی۔(۵)

’’الرضا‘‘ جلد اول ماہ ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ کے مشترکہ شمارہ میں ’’ضروری اطلاع‘‘ کے عنوان سے اعلیٰ حضرت کی ایک تحریر شائع ہوئی تھی جس میں خادمانِ اسلام وسنت کو اخلاص وللّٰہیت کی ہدایت وتاکید کی گئی ہے۔ اس مبارک تحریر کو یہاں پر نقل کیا جارہا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادرانِ اہل سنت کو اطلاع۔ فقیر کے پاس شکایتیں گزریں کہ بعض صاحب باوصف بے علمی دنیا طلبی کے لیے وعظ گوئی کرتے ہوئے اکنافِ ہند میں دورہ فرماتے ہیں اور یہاں سے اپنا علاقہ انتساب بتاتے ہیں جس کے سبب فقیر سے محبت رکھنے والے حضرات دھوکہ کھاتے ہیں۔ اس شکایت کے دفع کو یہ سطور مسطور۔

یہاں بحمدہٖ تعالیٰ نہ کبھی خدمت دین کو کسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا، نہ احبابِ علمائے شریعت، نہ برادرانِ طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی بلکہ تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین وحمایت سنت میں جلب منفعتِ مالی کا خیال بھی دل میں نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصاً لوجہ اللہ ہو۔ ہاں اگر بلا طلب اہل محبت سے کچھ نذر پائیں ردنہ فرمائیں کہ اس کا قبول سنت ہے۔ یہاں سے نسبت ظاہر فرمانے والے صاحبوں کے پاس فقیر کی دستخطی مہری سند علمی یا اجازت نامہ طریقت ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ زبانی دعوے پر عمل پیرا نہ ہوں۔ والسلام۔ فقیر احمد رضا۔‘‘

اعلیٰ حضرت کی اس تحریر کے بعد ’’اعلان‘‘ کے عنوان سے مدیر ’’الرضا‘‘ حضرت مولانا حسنین رضا صاحب نے پچاس علمائے کرام کے اسمائے گرامی ذکر کیے ہیں اور ان کے بارے میں لکھا ہے:

’’ان کا علاقہ اعلیٰ حضرت مدظلہ سے خصوصیت کے ساتھ ہے۔ ان سے جو بفضلہٖ تعالیٰ علم میں کامل ہیں مسائل پوچھے جائیں اور ان کا بیان بھی سن کر فیض پائیں۔‘‘

ماہ نامہ ’’الرضا‘‘ میں اس دور کے اکابر علمائے کرام مثلاً حضور برہان الملت، حضور صدر الافاضل وغیرہ کے مضامین عالیہ شائع ہوتے تھے۔ شروع صفحات میں نعتیہ کلام بھی شامل ہوتا تھا۔ دین وسنت کا یہ سچا خادم کب بند ہوا اس کی تحقیق نہیں لیکن کچھ ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ ’’الرضا‘‘ حیات اعلیٰ حضرت میں یا وصال شریف کے بعد زمانہ قریب ہی میں بند ہوگیا تھا۔

اعلیٰ حضرت کے وصال شریف کے لگ بھگ چھ سال کے بعد حضرت حجۃ الاسلام کی سرپرستی میں ماہ نامہ ’’یادگار رضا‘‘ کا اجرا عمل میں آیا۔ پہلا شمارہ ربیع الاول شریف ۱۳۴۵ھ کو شائع ہوا۔ ادارت کے فرائض قاضی احسان الحق نعیمی بہرائچی نے انجام دیے۔ چھ ماہ کے بعد مفتی ابرار حسن تلہری کو ایڈیٹر اور مولانا ابوالفرح محمد علی آنولوی کو نائب ایڈیٹر منتخب کیا گیا۔ یہ دونوں حضرت حجۃ الاسلام کے قابل فخر تلامذہ میں سے تھے۔ یادگارِ رضا حضور جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے اہتمام اور جماعت رضائے مصطفی بریلی کے مالی تعاون سے تقریباً چار سال تک جاری رہا۔(۶)

ماہ نامہ ’’السواد الاعظم‘‘ مرادآباد:

ماہ نامہ ’’السواد الاعظم‘‘ صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ میں مرادآباد سے جاری فرمایا۔ اس کے ایڈیٹر آپ کے تلمیذ رشید حضرت مفتی محمد عمر صاحب نعیمی علیہ الرحمہ تھے۔(۷)

’’السواد الاعظم‘‘ متحدہ ہندوستان (ہند، پاک، بنگلہ دیش) کا مشہور ومعروف اور بڑا باوقعت ماہ نامہ تھا۔ اس ماہ نامہ نے عقیدہ، عمل، احقاق حق وابطال باطل اور سیاست غرضیکہ ہر جہت سے قوم مسلم کی عظیم الشان خدمت انجام دی۔ ملک کے ہنگامہ خیز حالات میں بھی سچی راہ نمائی کا حق ادا کیا۔

یہاں نمونہ کے طور پر ’’السواد الاعظم‘‘ میں شائع شدہ حضور صدر الافاضل کا ایک مضمون نقل کیا جاتا ہے جس کا عنوان ’’دعوتِ عمل‘‘ ہے۔ اس مضمون سے معلوم ہوگا کہ یہ ماہ نامہ کس قدر اہم ومفید اور مسلمانوں کا کس درجہ بہی خواہ اور ہمدرد تھا اور اس سے حضور صدر الافاضل کی ملکی حالات پر وسیع وغائر نظر، سیاسی تدبر، پیش بینی ودوراندیشی اور قوم مسلم کے حق میں آپ کے دردوسوز کا بھی پتہ لگتا ہے۔

اس مضمون میں آپ نے ملکی وسیاسی حالات کے پیش نظر علما ومشائخ کو عملی طور پر سیاست میں حصہ لینے کی دعوت دی ہے اور سیاسی معاملات وملکی نظم سے علما ومشائخ کے اغماض کو اہل اسلام کے حق میں نقصان دہ بتایا ہے۔ یہ مضمون اگرچہ ۱۹۳۰ء میں یعنی آزادیِ ہند سے پہلے لکھا گیا تھا لیکن آج بھی اس کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور آج بھی یہ ہماری رہ نمائی کرتا ہے۔ مضمون درج ذیل ہے:

’’میں عرض کروں گا کہ علمائے دین اور پیشوایانِ اسلام اب قدم اٹھائیں، گوشۂ تنہائی سے نکلیں، اس لیے نہیں کہ انھیں جاہ ومنصب ملے، اس لیے نہیں کہ حکومت کا مزا حاصل کریں، فقط اس لیے کہ دین کی حفاظت ہو، اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف پیش آنے والی تجاویز کو روک سکیں اور مسلمانوں کے مستقبل کو خطرے سے محفوظ رکھ سکیں۔

جو قانون ایک دفعہ پاس ہوجاتا ہے پھر اس کے خلاف کامیابی حاصل کرنا بہت دشوار ہوجاتا ہے۔ اگر اسمبلی میں علما کا بھی کوئی عنصر ہوتا تو ’’سارد ہ قانون‘‘ پاس نہیں ہوسکتا تھا۔ مسلمانوں کے ممبر پہلے ہی روز بیدار کردیے جاتے۔ لیکن قانون پاس ہونے کے بعد جو کوششیں کی گئیں وہ اس وقت تک نتیجہ خیز ثابت نہ

ہوئیں۔

طبقۂ علما کا سیاسیات اور ملکی نظم کی طرف سے اغماض کرنا مسلمانوں کو ضرر پہنچاتا ہے۔ اس وقت گول میز کانفرنس اجلاس کر رہی ہے۔ ہندوستان کے لیے دستورِ حکومت تجویز ہو رہا ہے۔ ہر فرقے کے نمائندے وہاں پہنچ گئے ہیں۔ سب نے اپنے اپنے مطالبات کا ایک ایک مسودہ مرتب کر لیا ہے۔ ہر ایک اپنے مقاصد کا ایک نقشہ اپنی نظر کے سامنے رکھتا ہے لیکن ہمیں شکایت ہے اور بجا شکایت ہے کہ ہمارے طبقۂ علما نے آج تک اس کی طرف التفات نہ کیا۔ جو جو مسودے تجویز ہوئے ان پر نظر نہ ڈالی اور یہ نہ دیکھا کہ اسلام اور مسلمین پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ اور اسلام کے تحفظ اور مسلمانوں کی فلاح اور مذہب کی حفظ و حرمت کے لیے کیا امور ضروری ہیں جن کا موجودہ تجویزوں میں اضافہ ہونا چاہیے اور کون چیزیں قابل اعتراض ہیں جن کی مدافعت لازم ہے۔ ہندوستان کے تمام طبقۂ علما اس سرے سے اس سرے تک ساکت و خاموش ہیں۔ انھوں نے اس پر نظر ہی نہیں ڈالی۔ کیا حیثیتِ دین سے یہ ضروری امر نہیں؟

گزشتہ کو چھوڑیے۔ آئندہ کے لیے مستعد ہو جایے۔ اور جلد تر ایک نظر ڈال لیے کہ دنیا کیا کر رہی ہے، مسلمانوں کے مستقبل کے لیے کیا تجویزیں در پیش ہیں، ان کے کیا نتائج ہوں گے، ضروریات کا اقتضا کیا ہے، پہلے جو کچھ رائے ہو اس سے ایک اجتماعی شکل میں اپنے نمائندوں کو باخبر کیجیے۔ پچھلی غفلت قابل افسوس ہے لیکن ابھی اور غفلت رہی تو کام قبضہ سے باہر ہو جائے گا۔ جس طرح ممکن ہو صورت حالات پر اطلاع پانے کے بعد ایک مسودۂ تجاویز مرتب کیجیے اور خواہ جلسوں میں یا ڈاک کے ذریعہ سے اس پر دوسرے علما کی رائیں حاصل کر کے ایک نقشۂ عمل مرتب فرمایے۔ کونسلوں کی کارروائیوں کو بھی دیکھیے اور ممبرانِ کونسل کو جس امر میں توجہ دلانے کی ضرورت ہو انھیں زور کے ساتھ توجہ دلایے۔ یہ بھی دیکھیے کہ ڈسٹرکٹ اور پرسنل بورڈوں میں کیا ہو رہا ہے۔ آپ کو جلد سے جلد مستعد ہو جانا چاہیے اور اگر جماعت علما اس طرح میدان عمل میں آ گئی تو ان شاء اللہ العزیز اسلام اور مسلمین کی بڑی حمایت ہو سکے گی۔

ستم ہے کہ جاہل عالم نما عالم بن کر میدان میں آئیں اور ان کی تعداد سے دنیا کو دھوکہ دیا جائے اور ان کی خود رائی اور نفس پرستی کو علما کی رائے قرار دیا جائے۔ اور علما کا پورا طبقہ ساکت و خاموش بیٹھا یہ سب کچھ دیکھا کرے۔ نہ اس کے منھ میں زبان ہو نہ زبان میں حرکت، نہ ہاتھ میں قلم نہ قلم میں جنبش۔ اب آپ کا یہ تقاعد زہد و انکسار کی حد سے گزر کر غفلت و تکاسل کے دائرے میں آ گیا ہے اور اس اندازِ سکوت سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

اب آپ اس عقیدے کو چھوڑ دیجیے کہ آپ کے فرائض ایک مجلس میں وعظ کہہ کر، یا ایک حلقہ میں درس دے کر، یا ایک خلوت خانے میں فتویٰ لکھ کر ادا ہو جاتے ہیں اور آپ کو اس پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور بدخواہانِ اسلام تخریب کے لیے کیا کیا تدابیر عمل میں لا رہے ہیں۔ یقیناً یہ آپ کا فرض ہے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اُٹھیے اور اپنے فرض کو ادا کیجیے۔'' (۸)

تحریک خلافت و تحریک ترک موالات کے طوفانی دور میں ''السواد الاعظم'' نے اعلیٰ حضرت کے موقف کی بھرپور ترجمانی کی اور اس کا مدلل دفاع کیا اور تحریک ترک موالات کے دوران مخالفین کی طرف سے اعلیٰ حضرت پر جو الزامات لگائے گئے ''السواد الاعظم'' میں وہ الزامات اور اعلیٰ حضرت کی طرف سے ان کا جواب شائع کیا گیا تاکہ لوگوں پر ان الزامات کی حقیقت واضح ہو جائے اور وہ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ جو الزامات لگائے گئے وہ یہ تھے:

(۱) نینی تال میں لفٹیننٹ گورنر سے ملاقات کی۔

(۲) گورنمنٹ کی خوشی کے لیے اس کے حسب منشا فتویٰ لکھا۔

(۳) گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں۔ (۹)

اعلیٰ حضرت نے ان الزامات کا ایک جواب دیا جو سب پر بھاری ہے۔ آپ نے فرمایا:

''ان کا جواب اس سے بہتر میرے پاس کیا ہے **لعنۃ اللّٰہ علی الکٰذبین** جس نے ایسا کیا ہو اس پر قیامت تک اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں کی لعنت ہو۔'' (۱۰)

تقسیم ہند کے بعد لاہور پاکستان سے بھی پندرہ روزہ ''سوادِ اعظم'' نکالا گیا۔ (۱۱) جس کے مدیر حضرت مولانا حکیم غلام معین الدین نعیمی ہوئے۔ آپ حضور صدر الافاضل کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ (۱۲)

سرکار اعلیٰ حضرت کے ساتھ حضور صدر الافاضل کی وابستگی:

حضور صدر الافاضل اعلیٰ حضرت کے خلیفہ تھے۔ اعلیٰ حضرت قصیدۂ ''الاستمداد'' میں تلامذہ و خلفا کے ذکر میں فرماتے ہیں ؎

میرے نعیم الدین کو نعمت

اس سے بلا میں سماتے یہ ہیں

حضور صدر الافاضل کو آپ سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی۔ ۱۳۱۹ھ میں اعلیٰ حضرت سے آپ کی پہلی ملاقات ہوئی اور اس کے بعد سے آپ کا یہ معمول رہا کہ جب تک اعلیٰ حضرت حیات رہے آپ پابندی کے ساتھ ہر پیر اور جمعرات کو ہفتہ میں دو دن اعلیٰ حضرت سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے تھے۔ آپ نے خود فرمایا:

''یہ میرا معمول تھا کہ اعلیٰ حضرت کے آستانے کے سفر کے لیے میرا جو بستر تھا وہ کبھی کھلا ہی نہیں۔ میں لازمی ہر پیر اور جمعرات کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں جاتا تھا۔'' (۱۳)

اعلیٰ حضرت کے دل میں بھی صدر الافاضل کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حکیم سید معین الدین نزہتؔ کا وصال ۲۵؍رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ جمعۃ الوداع کے دن ہوا۔ اس وقت اعلیٰ حضرت بھوالی میں قیام پذیر تھے۔ وہیں آپ کو اطلاع پہنچی۔ آپ نے صدر الافاضل کو جو تعزیت نامہ ارسال فرمایا اس سے

اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت آپ سے کس درجہ محبت فرماتے تھے۔ دعاے مغفرت وکلمات تسلی کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''یہ پرملال کارڈ روز عید آیا۔ میں نماز عید پڑھنے نینی تال گیا ہوا تھا۔ شب کو بے خواب رہا تھا اور دن کو بے خور وخواب۔ اور آتے جاتے ڈانڈی میں چودہ میل کا سفر، دوسرے دن بعد نماز صبح سو رہا۔ سو کر اٹھا تو یہ کارڈ پایا۔ (اس کے بعد تاریخی مادوں کے تعلق سے لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں) اسی روز سے مولانا مرحوم کا نام تابقاے حیات ان شاء اللہ تعالیٰ روزانہ ایصال ثواب کے لیے داخل وظیفہ کرلیا۔ وہ ان شاء اللہ بہت اچھے گئے مگر دنیا میں ان سے ملنے کی حسرت رہ گئی۔ مولیٰ تعالیٰ آخرت میں زیر لواے سرکار غوثیت ملائے۔ آمین اللّٰھم آمین (تاریخی مادے سپرد قلم کرنے کے بعد فرماتے ہیں) شب عید کی بے خوابی اور دن کو بے خور وخواب، اور دوہرے سفر کا پیچ وتاب، اس کے سبب کل شام تک حالت ردی رہی۔ میں قابل حاضری ہوتا تو سرسے چل کر مزار کی زیارت اور آپ کی تعزیت کرتا۔ ''مصطفی رضا'' کل بریلی گئے ہیں میں نے کہہ دیا ہے کہ تعزیت کے لیے حاضر خدمت ہوں۔ کل شام تک طبیعت کی بہت غیر حالت نے اس نیاز نامہ میں تعویق کی۔ اور آج اتوار تھا لفافہ نہ مل سکتا تھا۔ اب حاضر کرتا ہوں۔ والسلام مع الاکرام۔ سب احباب کو سلام۔ فقیر احمد رضا۔ شب پنجم شوال المکرم ۳۹ھ۔ از بھوالی'' (۱۴)

اخبار ''الاسلام'' افریقہ:

یہ اخبار گجراتی زبان میں حضرت مولانا احمد مختار صاحب میرٹھی علیہ الرحمہ نے ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۸ء میں افریقہ سے جاری فرمایا تھا۔ (۱۵)

حضرت مولانا احمد مختار صاحب میرٹھی (ولادت ۱۲۹۴ھ، وفات ۱۳۵۷ھ دمن پرتگیز) نے مدت العمر تبلیغ وارشاد میں گزاری۔ برصغیر ہند کے علاوہ افریقہ، جزائر، انڈونیشیا میں تبلیغی مراکز قائم کیے۔ اور ہزاروں غیر مسلموں کو داخل اسلام کیا۔ برما کا سفر کیا تو وہاں ایک اسکول قائم کیا۔ مانڈے میں اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک درس گاہ کی بنیاد ڈالی۔ ڈربن میں عورتوں کو تعلیم کی طرف متوجہ کیا۔ قومی اور ملکی معاملات میں آپ کو خصوصی دل چسپی تھی۔ حجاز مقدس میں سعودی خاندان نے برسر اقتدار آنے کے بعد مدینہ منورہ میں جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں ازواجِ مطہرات وصحابہ کرام کے مقابر متبرکہ کی توڑ پھوڑ کا سلسلہ شروع کیا تو عالم اسلام میں نجدیوں کے اس اقدام سے ہل چل مچ گئی۔ ۱۹۲۴ء میں مسلمانانِ بمبئی نے سلطان سعود اول کو اس جرأت سے باز رکھنے کے لیے آپ کی قیادت میں ایک وفد بھیجا۔ حضرت سید حبیب صاحب ایڈیٹر سیاست لاہور اور مولانا فضل اللہ مالک علیمیہ بک ڈپو بمبئی آپ کے رفقاے وفد تھے۔ (۱۶)

آپ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کے بڑے بھائی تھے۔ (۱۷)

اعلیٰ حضرت کے ساتھ وابستگی:

آپ سرکار اعلیٰ حضرت کے اجلۂ خلفا میں سے تھے۔ ماہ نامہ ''الرضا'' کے تعارف میں گزرا کہ حضرت مولانا حسنین رضا خاں نے اپنی یادداشت سے پچاس علماے کرام کے اسماے گرامی ''الرضا'' میں شائع کیے تھے۔ اور ان کے بارے میں لکھا تھا کہ:

''ان حضرات کا علاقہ اعلیٰ حضرت مدظلہ سے خصوصیت کے ساتھ ہے۔ ان حضرات سے جو بفضلہ تعالیٰ علم میں کامل ہیں مسائل پوچھے جائیں اور ان کا بیان بھی سن کر فیض پائیں۔'' اس فہرست میں آپ کا اسم گرامی بھی اس طرح مذکور ہے: ''جناب مولانا، الحاج، مولوی احمد مختار صاحب صدیقی، نمبر ۲۳۶، محلہ مشائخان میرٹھ۔ عالم، فاضل، واعظ، خوش بیان، مجاز طریقت۔'' (۱۸)

آپ کے بھائی خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ نے بھی متعدد مقامات سے کئی اخبارات جاری فرمائے لیکن یہ سب عہد رضا سے بعد کے ہیں۔

ماہ نامہ ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ:

ماہ نامہ ''تحفۂ حنفیہ''، حضرت مولانا قاضی عبدالوحید صاحب صدیقی حنفی فردوسی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ میں پٹنہ صوبہ بہار سے جاری فرمایا۔ اس کا تاریخی نام ''مخزن تحقیق'' اور لقب ''تحفۂ حنفیہ'' رکھا گیا۔ ادارت کے فرائض حضرت مولانا مفتی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی علیہ الرحمہ کے سپرد تھے۔

''تحفۂ حنفیہ'' کا نصب العین یہ تھا کہ وہابیت، دیوبندیت، نیچریت بالخصوص ندویت کے فتنوں کی سرکوبی کی جائے اور مسلمانوں کو ان تحریکوں کی ضلالت وگم راہی سے بچایا جائے۔ چناں چہ اس کے سرورق پر یہ عبارت مرقوم ہوتی تھی ''حمایت اسلام وتائید شرع واصحاب سنت، ونکایت بدعت وتہدید ارباب ضلالت وبطالت۔''

جب پٹنہ میں ندویوں کا سالانہ اجلاس ہوا اور اس میں یہ تاثر دیا گیا کہ ندوہ کے مخالف صرف مولانا عبدالقادر بدایونی، خواجہ عبدالصمد سہسوانی اور مولانا احمد رضا بریلوی ہیں۔ ورنہ تمام علما ومشائخ ندوہ کے حامی ہیں۔ اور اس طرح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے کی کوشش کی گئی۔ تو قاضی صاحب علیہ الرحمہ اہل ندوہ کے مکروفریب کا پردہ چاک کرنے کے لیے میدان میں آئے اور آپ نے اس شرانگیز پروپیگنڈے کی اس طرح تردید کی کہ ندوہ کی مخالفت میں ڈھائی سو سے زائد علما ومشائخ کے خطوط شائع کیے اور یہ ثابت کردیا کہ ندوہ کے مخالف چند علماے مذکور ہی نہیں بلکہ سوادِ اعظم اس تحریک کا مخالف ہے۔

اسی موقع پر آپ کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ندوہ کی تردید اور اس کے شر سے اہل اسلام کی حفاظت کے لیے ایک اخبار جاری کیا جائے۔ چناں چہ آپ نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں پہلی بار خط لکھا اور اس میں اپنے اس ارادہ کا ذکر کیا۔ آپ رقم طراز ہیں:

''ناصر ملت مصطفویہ، حامی مذہب حنفیہ، جناب مولانا الاجل، مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہ العالی، تسلیم۔ محض غائبانہ اخوت اسلامی وحمایت مذہب حنفیہ کی جہت سے یہ خط لکھ رہا ہوں اور مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی کو بھی لکھ رہا ہوں۔ جلسۂ ندوہ سے میں سخت بیزار ہوں اور شاید حضور اس کے مخالف ہیں۔ لہٰذا موافقت فی المخالفۃ وحمایت مذہب حنفیہ کی جہت سے لکھتا ہوں کہ ایک اخبار تردید مذہب باطل ومخالفت ندوہ میں نکالنے والا ہوں۔ آپ

سرپرستی کریں۔ مذہب حنفیہ کو حق سمجھتا ہوں اور ندوہ کو باطل، اگر آپ لوگ آمادہ ہوں تو ’’ندوۂ حنفیہ‘‘ پٹنہ میں بفضلہٖ قائم کروں۔ خادم عبدالوحید صدیقی۔ ۹/ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ۔‘‘

’’تحفۂ حنفیہ‘‘ نے حمایت اسلام و تائید سنت اور اماتت بدعت و ضلالت کے سلسلہ میں زمانۂ دراز تک غیر معمولی اور موثر ترین خدمات انجام دیں۔ اس کی برکت سے ندوہ کا زور ٹوٹا اور بہت مسلمان اس کے شر سے محفوظ رہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت کی بہت سی تصنیفات بھی اس ماہنامہ کے ذریعہ منظر عام پر آئیں۔ چناں چہ اس کے شمارہ دس جلد ایک میں اعلیٰ حضرت کی مبارک تصنیف ’’سلّ السیوف الهندیة علیٰ کفریات بابا النجدیة‘‘ پہلی بار ڈھائی سو کی تعداد میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد ایک سلسلہ جاری ہو گیا اور مطبع حنفیہ سے اعلیٰ حضرت کی ستر کتابیں شائع ہوئیں۔ آپ کا نعتیہ دیوان ’’حدائق بخشش‘‘ بھی پہلے تحفۂ حنفیہ ہی میں شائع ہوا جو محرم الحرام ۱۳۲۵ھ کو شروع ہو کر ماہ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ میں اختتام کو پہنچا۔ (۱۹)

اعلیٰ حضرت کے خلیفہ و معتمد علیہ حضرت مولانا محمود جان صاحب جام جودھ پوری علیہ الرحمہ اپنی تصنیف ’’ذکر رضا‘‘ میں دربار اعلیٰ حضرت تک اپنی رسائی کے بیان کے ضمن میں ’’تحفۂ حنفیہ‘‘ کی وقعت و افادیت کا اس طرح ذکر کرتے ہیں:

’’قلب حزیں میں مدت دراز سے یہ خیال نہایت استحکام کے ساتھ تھا کہ جب تک مرشد کامل، جامع الفضائل نہ ملے گا بیعت نہ کروں گا۔ مثل مشہور ہے ’’جویندہ یابندہ‘‘ طلب صادق درکار، پس یار آید در کنار۔ ناگاہ رسالہ ہادی دین و ملت، ماحی شرک و بدعت، تحفۂ حنفیہ جو پٹنہ عظیم آباد سے ماہ بہ ماہ بہ اہتمام حامی سنت، ماحی بدعت جناب مولوی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین صاحب متوطن پیلی بھیت مدظلہم ہندوستان وغیر ہندوستان کو اپنے بحر فیض سے سیراب کرتا تھا نظر فقیر سے گزرا۔ چوں کہ رسالہ دین کا سچا خدمت گار اور دلچسپ مضامین اور تحقیقات مذہبی کا خزانہ تھا لہٰذا میں اس کو منگوانے لگا اور نہایت ذوق و شوق سے من اولہا الیٰ آخرہا اس کا مطالعہ کر کے اعلیٰ اعلیٰ مضامین سے مستفیض ہوتا تھا۔ اسی رسالہ راہ برحق میں اس امام اہل سنت، غواص بحر حقیقت کی فضیلت و جلالت علوم دیکھتے دیکھتے دل نے کامل یقین دلایا کہ اس زمانے میں ایسا کامل مرشد ملنا حیطۂ امکان سے باہر ہے۔‘‘ (اس کے بعد موصوف نے بریلی کی حاضری اور اعلیٰ حضرت سے بیعت ہونے اور اسی وقت خلافت پانے کا حال لکھا ہے۔)

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے ندویوں کی سرکوبی کے لیے ’’تحفۂ حنفیہ‘‘ ہی جاری نہیں کیا بلکہ اور بھی کئی خدمات جلیلہ انجام دیں جو بلاشبہ سنہرے حروف میں لکھنے کے لائق ہیں۔ آپ نے وسیع پیمانے پر اپنے مشن کو پھیلانے کے لیے احباب اہل سنت کے مشورے سے ۱۳۱۵ھ ہی میں ایک مجلس کی بنیاد ڈالی جس کا تاریخی نام ’’مجلس عالی حمایت سنت محمدی‘‘ (۱۳۱۵ھ) رکھا۔ جس کے صدر مولانا فتح محمد مقرر ہوئے اور حکیم یوسف حسن صاحب مہتمم اور خود اس کے نائب مہتمم نامزد ہوئے۔ اس تنظیم کے ساتھ ہی ایک مطبع بھی قائم فرمایا جس کا تاریخی نام ’’مطبع اعوان اہل سنت و جماعت‘‘ (۱۳۱۵ھ) رکھا۔ ان دونوں کے قیام کے بعد ہی ’’تحفۂ حنفیہ‘‘ کا اجرا عمل میں آیا تھا۔ ایک مدرسہ بھی قائم فرمایا جس کا نام مدرسہ حنفیہ رکھا گیا۔ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ میں اس کا افتتاح ہوا۔ افتتاحی جلسہ کی صدارت شاہ محمد کمال صاحب رئیس اعظم پٹنہ نے کی اور حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علم دین کے موضوع پر شاندار تقریر فرمائی۔ حضرت مولانا فضل حق بدایونی علیہ الرحمہ (تلمیذ حضرت مولانا عبدالکافی الہ آبادی علیہ الرحمہ) کو صدر مدرس رکھا۔ کچھ دنوں کے لیے حضرت مولانا سید دیدار علی صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسند صدارت کو زینت بخشی۔ ندوہ کے رد و ابطال میں پٹنہ اور کلکتہ میں کئی عظیم الشان اجلاس بھی منعقد کیے جن میں اس عصر کے اعاظم علما و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ سرکار اعلیٰ حضرت بھی ان میں تشریف فرما ہوئے۔ (۲۰)

ندوہ شکنی کے لیے حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ اور دیگر علمائے اہل سنت نے جو عظیم قربانیاں پیش کیں ان کے بارے میں حضرت مولانا ابوالمساکین ضیاء الدین پیلی بھیتی تحریر فرماتے ہیں:

’’علمائے کرام نے ندوہ کے رد میں کوئی بات اٹھا نہ رکھی۔ تحریری رد میں بھی کامل حصہ لیا۔ قریب دو سو کے کتابیں اور رسالے تصنیف فرما کر مفت تقسیم کیے۔ ایک ہزار کے قریب اشتہاروں کی اشاعت کی۔ جلسوں کی روداد یں طبع کرا کے شہر در شہر پہنچائیں۔ مصارف کا اندازا ایک لاکھ سے اوپر کا ہے۔ پچاس ہزار روپے سے اوپر تو شخص واحد یعنی حضرت مولانا قاضی عبدالوحید رئیس پٹنہ نے خاص اپنی ذات سے خرچ کیے۔ ایسے اہم کار دینی میں مال کی کوئی حقیقت نہ سمجھی۔‘‘ (۲۱)

فتنۂ ندوہ کی سرکوبی میں حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے وہ پرخلوص جدوجہد کی اور آپ کی خدمات کے وہ مبارک ثمرات برآمد ہوئے کہ سرکار اعلیٰ حضرت نے آپ کے لیے ’’ندوہ شکن ندوی فگن‘‘ کا خطاب تجویز فرمایا تھا۔ (۲۲)

قاضی صاحب کی اعلیٰ حضرت کے ساتھ وابستگی:

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ سرکار اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اور انتہائی جاں نثار تھے۔ حمایت سنّیت اور اہل باطل کے رد و ابطال میں آپ کے رفیق اور آپ کی تعلیمات کے مخلص و پرجوش مبلغ تھے۔ اعلیٰ حضرت کو بھی حضرت قاضی صاحب سے گہرا قلبی تعلق تھا۔ آپ ان کی دینی خدمات کے بڑے مداح اور قدر دان تھے۔

برادر زادۂ اعلیٰ حضرت، مولانا حسنین رضا صاحب ابن حضرت استاذ زمن علیہم الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

’’قاضی صاحب مرحوم اعلیٰ حضرت کی محبت میں عشق کی حد تک پہنچ چکے تھے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کو بھی قاضی صاحب مرحوم سے انتہائی محبت ہو گئی تھی، مگر اس چرخ گردوں کے نیچے دو دوستوں کو زیادہ دنوں تک جمع رہتے نہیں دیکھا۔ قاضی صاحب مرحوم جوانی ہی میں رحلت فرما گئے۔ اعلیٰ حضرت کو ان کے انتقال کا بڑا صدمہ ہوا انھیں دینی خدمات کے سلسلہ میں اکثر یاد فرماتے تھے۔‘‘ (۲۳)

جب حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے حضرت علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کی کتاب مستطاب ’’المعتقد المنتقد‘‘ کی طباعت کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس

جو مطبوعہ نسخہ تھا اور اغلاط سے پر تھا اس کی تصحیح کے لیے آپ نے اعلیٰ حضرت سے رجوع کیا۔ آپ نے اس کی تصحیح بھی فرمائی اور حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کے مشورے پر اس کی شرح بھی لکھی جو ''المعتمد المستند'' کے نام سے موسوم ہے۔

اعلیٰ حضرت نے خطبۂ شرح میں اس امر کا ذکر فرمایا اور حضرت قاضی صاحب کی دینی وملی خدمات کا بھی بیان فرمایا۔ آپ رقم طراز ہیں:

''تَوَجَّهَ اِلٰی طَبعِهٖ طَبْعُ مَنْ تَوَجَّهَ اللّٰہ تعالٰی بِتِیْجَانِ الْخَیْرَاتِ۔ وَجَعَلَهٗ مُوَفَّقًا بَلْ وَفْقًا مُوَفُوْقًا عَلٰی فِعَالِ الْمَبَرَّاتِ۔ فَکُلَّمَا عَادَ عَلَی السَّدَادِ شِدَّۃ۔ اَمَدَّ وَاَعَدَّ لِسَدِّھَا عُدَّۃ۔ وَھُوَ الْوَحِیْدُ الْفَرِیْد۔ حَامِی السُّنَن۔ مَاحِی الْفِتَن۔ مولانا القاضی عبدالوحید۔ الحَنَفِیُّ الْفِرْدُوْسِیُّ الْعَظِیم اٰبادی۔ اَبَدَہُ اللّٰہُ وَاَیَدَہٗ بِالْاَیْدِی وَالْاَیَادِی۔ وَجَعَلَ تَصْحِیْحَهٗ اِلٰی ھٰذَا الْعَبْدِ الضَّعِیف۔ فَلَمْ یَسَعْنِی اِلَّا امْتِثَالَ اَمْرِهِ الْمنیف۔ (۲۴)

اس اقتباس کا مفہوم یہ ہے کہ ''المعتقد المنتقد'' کی طباعت کی طرف اس کی طبیعت متوجہ ہوئی جسے اللہ تعالیٰ نے بھلائیوں کے تاج پہنائے۔ اور اس کو اعمال خیر کی توفیق بخشی۔ بلکہ اس کو امور نیک پر ایسا آگاہی رکھنے والا بنایا کہ اس کی زندگی انہی کے لیے وقف ہے۔ تو جب بھی راہِ راست پر کوئی شدت آئی اس نے مدد کی۔ اور اس کی روک تھام کے لیے ساز وسامان مہیا کیا۔ وہ ہیں یگانہ، یکتا، حامی سنن، ماحی فتن، مولانا قاضی عبدالوحید حنفی فردوسی عظیم آبادی۔ اللہ انھیں ہمیشہ رکھے اور اپنی قدرتوں اور نعمتوں سے ان کی مدد فرمائے اور انھوں نے اس کتاب کی تصحیح کی ذمہ داری اس عبدِ ضعیف کے سپرد کی۔ تو میرے لیے ان کا حکم ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

اعلیٰ حضرت کئی بار حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے وطن بھی تشریف لے گئے تھے۔ پہلا سفر حضرت قاضی صاحب کی دعوت پر ان جلسوں میں شرکت کے لیے تھا جو قاضی صاحب اور ان کے احباب نے ندوہ کی طرف سے پٹنہ میں ہونے والے اجلاس کے رد وابطال میں منعقد کیے تھے۔ یہ اجلاس ۷؍رجب ۱۳۱۸ھ میں منعقد ہوئے تھے۔ (۲۵)

دوسری بار پٹنہ جانے کی یہ صورت ہوئی کہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت حاجی لعل محمد خاں صاحب علیہ الرحمہ اور قاضی صاحب نے کلکتہ میں بھی اہل ندوہ کے رد میں شاندار اجلاس منعقد کیے۔ یہ اجلاس ۲۱؍تا ۲۶؍شعبان ۱۳۱۹ھ میں منعقد ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے بھی ان جلسوں میں شرکت فرمائی اور کلکتہ ہی سے قاضی صاحب کی دعوت پر پٹنہ تشریف لائے۔ اس سفر میں قاضی صاحب نے اپنی اہلیہ محترمہ کو اعلیٰ حضرت کے دامن کرم سے وابستہ کرایا۔ (۲۶)

اور پٹنہ کا تیسرا سفر آپ نے اس وقت فرمایا جب کہ قاضی صاحب کے سفر آخرت کا وقت قریب آ گیا تھا۔ ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی صدر شعبۂ اردو بہار یونی ورسٹی، مظفر پور بہار نے اس سفر کا حال یوں بیان کیا ہے:

''اعلیٰ حضرت کو جب قاضی صاحب کی شدید علالت کی اطلاع ملی تو آپ عازم پٹنہ ہوئے۔ ۱۸؍ربیع الاول ۱۳۲۶ھ کو آپ کا ورود مسعود ہوا۔ فوراً قاضی صاحب کے پاس پہنچ کر ان کی مزاج پرسی کی۔ دیر تک ان کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ وقتِ موعود آ پہنچا۔ ۱۹؍ربیع الاول شب چہارشنبہ کو دو بجے قاضی صاحب نے کمال فرح وسرور کی حالت میں قفس عنصری کو چھوڑا۔ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب پیلی بھیتی کے بیان کے مطابق حضرت محدث سورتی نے قاضی صاحب کو غسل دیا۔ اور اعلیٰ حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر خاص میں یہ دونوں حضرات اترے۔ اس حقیر (مولانا ضیاء الدین) اور شاہ بغدادی نے جنازہ چارپائی سے اٹھا کر ان دونوں صاحبان کو دیا۔ قبر میں رکھنے کے بعد امام احمد رضا نے مرحوم کے چہرے سے پردہ ہٹا کر فرمایا کہ ''حضرت دیکھیے! دین کی سچی مدد کرنے والوں کی بعد وفات حالت حیات سے بڑھ کر پاکیزہ ہو جاتی ہے۔'' کچی درگاہ موضع جٹھلی شریف ضلع پٹنہ میں حضرت شیخ شہاب الدین عرف پیر جگجوت کے مزار کے داہنی جانب قاضی صاحب مدفون ہوئے۔ یہ جگہ پٹنہ شہر سے پانچ میل پورب میں واقع ہے۔'' (۲۷)

اعلیٰ حضرت کے اس سفر کی تصدیق قاضی عبدالودود کی خودنوشت سوانح (میں کون ہوں میں کیا ہوں، صفحہ ۴) سے بھی ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں:

''قاضی عبدالوحید کی وفات ۱۹؍ربیع الاول ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ ان کے مرض الموت میں بریلوی صاحب ہمارے یہاں آئے تھے۔ اور ان کے چہارم کے بعد واپس گئے تھے۔''

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ پٹنہ صوبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ لیکن ان کے نام کے ساتھ ''عظیم آبادی'' کا لفظ دیکھ کر وہ لوگ جو حقیقت سے واقف نہیں ہیں الجھن کا شکار ہو جاتے ہیں لہٰذا یہ وضاحت مفید رہے گی کہ پٹنہ شہر کو پہلے ''عظیم آباد'' کہا جاتا تھا۔ اسی قدیم نام کی نسبت سے آپ کو عظیم آبادی لکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب کو اپنی رضا وغفران کی نعمتوں سے نوازے اور آپ کے مراتب کو بلند فرمائے۔ آمین۔

ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرت سر:

ہفت روزہ ''الفقیہ'' فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد شریف صاحب کوٹلوی علیہ الرحمہ نے جاری فرمایا تھا۔ (۲۸) تاریخ اجرا ۷؍جولائی ۱۹۱۸ء ہے۔ اس کے ایڈیٹر حضرت مولانا حکیم ابوالریاض معراج الدین علیہ الرحمہ تھے۔ ہر ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸؍تاریخوں میں امرت سر سے شائع ہوتا تھا۔ سرورق پر یہ عبارت تحریر ہوتی تھی ''ہندوستان بھر میں اهلسنة والجماعة کا واحد آرگن'' ۲۱؍اگست ۱۹۴۲ء کے شمارہ میں سالانہ زرِتعاون چار روپے مرقوم ہے۔ (لیکن اعلیٰ حضرت کے دور میں سالانہ قیمت تین روپے تھی جیسا کہ آئندہ سطور سے معلوم ہوگا) (۲۹) پہلے اس کا وقفۂ اشاعت پندرہ یوم تھا۔ ماہ جون ۱۹۲۲ء سے ہفت روزہ ہوا۔ (۳۰)

یہ اخبار نظریہ قیام پاکستان کا ایسا پرزور حامی تھا کہ تقسیم ملک اور قیام پاکستان سے پہلے ہی اس پر امرت سر کے ساتھ لفظ پاکستان کا اضافہ کر دیا گیا تھا۔ چناں چہ ''الفقیہ'' بابت ۲۱؍اگست ۱۹۴۲ء کے ٹائٹل پر ''الفقیہ امرت سر پاکستان'' مکتوب ہے۔

یہ ہفت روزہ اپنے دور میں اہل سنت وجماعت کا مشہور ومعروف اور گراں قدر اخبار تھا۔ عقائد ومعمولاتِ اہل سنت کی تائید واشاعت اور فرق ہائے باطلہ رافضی، وہابی، قادیانی اور چکڑالوی کا رد وابطال اس کے اصل اغراض ومقاصد تھے۔ سرورق پر اس طرح اغراض ومقاصد درج ہیں:

(۱) اہل اسلام عموماً اور احناف کی خصوصاً حمایت کرنا۔
(۲) فرق ہائے جدیدہ کے اعتراضات کا دنداں شکن جواب دینا۔
(۳) اسلامی وملکی خبروں کی اشاعت۔
(۴) گورنمنٹ اور رعایا کے حقوق کی نگہ داشت۔(۳۱)

جناب سید صابر حسین شاہ بخاری قادری تحریر فرماتے ہیں:

''یہ ہفت روزہ سنی صحافت میں نمایاں مقام رکھتا تھا۔ اسے علما کی حمایت حاصل تھی۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اور اس پر تقریظ لکھی۔ جو سنی صحافت کی حوصلہ افزائی کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔''(۳۲)

اعلیٰ حضرت نے اس ہفت روزہ کا مالی تعاون بھی فرمایا اور ایک شرط کے ساتھ آئندہ بھی اس تعاون کے جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا۔ حضرت مولانا مقبول احمد مصباحی لکھتے ہیں:

''الفقیہ امرت سر'' اخبار کا اجرا ہوا۔ اخبار کے مدیر نے امام احمد رضا سے اس کی اعانت وترقی کے لیے اپنی نگہ عنایت کو منعطف کرنے کی درخواست کی۔ امام احمد رضا نے اپنے اہل خانہ سے بارہ افراد کو اس کا سالانہ ممبر بنادیا اور تین روپے سالانہ فی کس کے حساب سے ۳۶/روپے ارسال کردیے۔ اور یہ صراحت بھی تحریر فرمادی کہ ''ہمارا یہ تعاون اخبار کے ساتھ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اخبار خالص اسلامی فکر وعقیدہ اور اہل سنت کے عقائد کی ترجمانی کرتا رہے گا۔ جوں ہی اس میں فرق آئے گا احمد رضا قلم کے ساتھ ساتھ اپنا ہاتھ بھی کھینچ لے گا۔''(۳۳)

''احمد رضا قلم کے ساتھ ساتھ اپنا ہاتھ بھی کھینچ لے گا'' یہ جملہ بتارہا ہے کہ اعلیٰ حضرت قلمی طور پر بھی اس اخبار کا تعاون فرماتے تھے۔ یا تو اس طور پر کہ اپنی تحریر کے ذریعہ مسلمانانِ اہل سنت کو اس کی طرف ملتفت فرماتے ہوں یا بایں طور کہ آپ کی تحریریں اس کی زینت بنتی ہوں۔

اس میں ممتاز اہل قلم کے مفید اور اہم مضامین شائع ہوتے تھے۔ شمارہ ۲۸/مارچ ۱۹۳۰ء میں مرزا قادیانی کے رد میں حضرت قاضی فضل احمد صاحب علیہ الرحمہ کا مضمون چھپا جس میں آپ نے قادیانی کے بہ قلم خود الہامات اور پیش گوئیوں کا جائزہ لیا اور حقائق وواقعات کی روشنی میں ان کا صاف جھوٹا ہونا ثابت کیا۔(۳۴)

۱۹۳۴ء میں ایک قادیانی نے ایک چار ورقی کتابچہ شائع کیا جس کا عنوان تھا ''علمائے سوء کے کارنامے'' حضرت قاضی فضل احمد صاحب نے جواب میں مضمون لکھا۔ عنوان تھا ''مرزائی بیدادی علما کے خارنامے بہ جواب علمائے سوء کے کارنامے'' یہ مضمون ''الفقیہ'' میں قسط وار شائع ہوا۔(۳۵)

اعلیٰ حضرت کے ساتھ وابستگی:

حضرت مولانا محمد شریف صاحب علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے خلیفہ ومجاز طریقت تھے۔ آپ کوٹلی لوہاران (پنجاب) کے باشندے ہیں۔ فقہ میں آپ کو امتیازی شان حاصل تھی اس لیے ''فقیہ اعظم'' کے لقب سے ملقب ہوئے۔

اعلیٰ حضرت کے عہد میمون ہی میں بعض بے علم محض دنیا طلبی کے لیے وعظ گوئی کرتے اور اطراف ہندوستان میں دورے کرتے اور بارگاہِ اعلیٰ حضرت سے اپنی نسبت ظاہر کرتے جس کی وجہ سے محبین اعلیٰ حضرت ان کے دھوکہ میں آجاتے۔ اعلیٰ حضرت کو اس امر کا علم ہوا تو آپ نے ماہ نامہ ''الرضا'' بابت ربیع الآخر وجمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ میں ایک اعلان چھپوایا۔ یہ اعلان ماہ نامہ ''الرضا'' کے تعارف میں مذکور ہوچکا ہے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی مدیر ماہ نامہ ''الرضا'' حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی یادداشت کے مطابق پچاس علمائے کرام کے اسمائے گرامی لکھے اور ان کے بارے میں لکھا کہ ''ان حضرات کا علاقہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ ہے۔ ان سے جو بفضلہ تعالیٰ علم میں کامل ہیں مسائل پوچھے جائیں اور ان کا بیان بھی سن کر فیض پائیں'' اس فہرست میں حضرت مولانا محمد شریف صاحب کا اسم گرامی بھی ہے جو اس طرح مرقوم ہے ''جناب مولانا مولوی محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاران مغربی ضلع سیال کوٹ، عالم، واعظ، مجاز طریقت۔''

ہفتہ وار اخبار ''اہل فقہ'' امرت سر:

یہ اخبار ماہ جمادی الآخر ۱۳۲۴ھ میں جاری کیا گیا۔(۳۶) ہر جمعہ مبارک کو شائع ہوتا تھا۔ ایڈیٹر حضرت مولانا غلام احمد اخگر علیہ الرحمہ تھے۔ آپ ایک علمی گھرانے کے چشم وچراغ تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد کی نگرانی میں امرت سر ہی میں تعلیم حاصل کی۔ آپ ایک اچھے عالم وفاضل تھے۔(۳۷) سب ایڈیٹر حکیم علی محمد صاحب تھے۔(۳۸) سالانہ قیمت دو روپے اور فی شمارہ چھ پائی تھی۔ امرت سر سے غیر مقلدین کا ایک ہفتہ وار اخبار ''اہل حدیث'' نکلتا تھا جس کے ایڈیٹر مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرت سری تھے۔ ''اہل فقہ'' دراصل اسی کا رد وجواب تھا۔

راقم کو ''اہل فقہ'' جلد اول اور جلد دوم کے چند شمارے دست یاب ہوئے۔ انہی کی روشنی میں مذکورہ اور آئندہ معلومات بہم ہوئیں۔(۳۹) ان شماروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار ''اہل فقہ'' کا مطمح نظر معتقداتِ اہل سنت کا احقاق، علم فقہ کی حمایت، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت وفضائل کا بیان، تقلید کا اثبات اور فرق ضالہ خصوصاً غیر مقلدین کا رد اور ان کے مکائد ومفاسد سے اہل اسلام کو آگاہ کرنا تھا...... میرے مطالعہ میں جو شمارے آئے ان میں سے کوئی بھی ایسا نظر نہ آیا جو گم راہ فرقوں کے رد کی اہم وعظیم خدمت سے خالی ہو۔

مراسلات، مسائل فقہیہ، ری ویو (تبصرہ بر کتب) اسلامی خبریں اور اصلاح رسوم قبیحہ، مستقل عنوان تھے۔ مراسلات میں ماہر اہل قلم کے مفید ترین مضامین شائع ہوتے تھے۔

اور اداریہ تو غیر مقلدین بالخصوص مدیر اخبار ''اہل حدیث'' مولوی ثناء اللہ امرت سری کی ہفوات وخرافات کے رد ہی کے لیے وقف تھا۔ اہل حدیث کی غلط بیانی، اہل

حدیث کی بے بسی، یارسول اللہ، بئس للظلمین بدلا، اجتہاد وتقلید، یہ چند اداریوں کے عنوانات ہیں۔

اخبار اہل فقہ سے پہلے مدیر ''اہل حدیث'' احناف کے بارے میں خوب ہرزہ سرائی کرتا تھا لیکن اخبار ''اہل فقہ'' نے اس کے تمام کس بل نکال دیے اور اس کی ایسی بولتی بند ہوئی کہ اس کے ہم مذہب ایڈیٹر ''اخبار شحنۂ ہند'' نے اس کی خاموشی پر اس کو خوب ملامت و نفریں کی اور اہل فقہ کا جواب دینے کے لیے اپنے تعاون کی پیش کش کی۔

مدیر ''اہل فقہ'' مولوی غلام احمد صاحب اخگر جلد اول شمارہ چھ شوال ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۳ ر نومبر ۱۹۰۶ء کے اداریہ میں بہ عنوان ''اجتہاد اور تقلید'' صفحہ نمبر ۳ پر لکھتے ہیں:

''اخبار ''اہل فقہ'' قریباً ساڑھے تین ماہ سے جاری ہے۔ اس نے نہ صرف علم فقہ کی حمایت کا بیڑا اٹھایا ہے بلکہ اس امر کا تہیہ کرلیا ہے کہ وقتاً فوقتاً مخالفین کو دنداں شکن جوابات دیے جائیں گے۔ چناں چہ ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ اس خادم ملت پرچہ نے اب تک علم فقہ کی کہاں تک خدمت کی ہے۔ ''اخبار اہل حدیث'' جو اس سے پہلے صرف مضامین پر اکتفانہ کرتا تھا بلکہ دوسرے لوگوں کے نام سے اشتہارات شائع کرکے حنفیوں کی دل آزاری پر تلا رہتا تھا، اجراے اخبار کے دن سے اپنی روش سے باز آنے کی طرف مائل تھا۔ اور اس کا ایڈیٹر ہمارے دوستوں سے کہا کرتا تھا کہ ہم اہل فقہ کی کسی بات کا جواب نہ دیں گے۔

جواب نہ دینے کی وجہ صرف یہی نہ تھی کہ اب پہلے کی طرح میدان خالی نہ تھا بلکہ جو کچھ لکھتے اس کا جواب اس طرف سے تیار ملنے کی امید تھی۔ بلکہ کچھ قافیہ بھی تنگ ہو رہا تھا۔ مگر چند ہفتے ہوئے کہ ایڈیٹر اخبار ''شحنۂ ہند'' میرٹھ نے ایڈیٹر اخبار ''اہل حدیث'' کو لکھا تھا کہ ''اہل فقہ'' میں بخاری کی احادیث پر جوز و رشور سے جرح ہو رہی ہے ''اہل حدیث'' اس کا جواب کیوں نہیں دیتا؟ ایڈیٹر ''شحنۂ ہند'' نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر اس سے جواب نہیں بن پڑتا تو ایڈیٹر شحنۂ ہند سے ملتجی ہو جائے وہ اسے جواب لکھ کر روانہ کردے گا۔ وہ اپنے ''ایڈیٹوریل'' میں درج کراوے۔

''شحنۂ ہند'' اور ''اہل حدیث'' کے اس باہمی سمجھوتہ کے بعد بعض دوستوں نے ہمیں کہا کہ اہل حدیث کے ایڈیٹر سے انھوں نے سنا کہ ''اہل فقہ'' کے مضامین کا جواب بڑے زور شور سے ''اہل حدیث'' میں درج ہوگا۔ ہم نے یہ سمجھا تھا کہ بازاروں میں جو اس قدر لاف زنی کی جا رہی ہے ضرور کچھ اثر رکھتی ہوگی۔ غالباً ایڈیٹر ''شحنۂ ہند'' میرٹھ نے کوئی اعلیٰ درجہ کا مضمون ''اہل فقہ'' کے جواب میں لکھ کر دفتر ''اہل حدیث'' میں بھیج دیا ہوگا کیوں کہ یا تو ''چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند'' یا اب مخمور چوہے کی طرح لاف گزاف۔ بہر حال کوئی نہ کوئی بات ہوگی۔ اب ہم منتظر تھے کہ جلدی جمعہ کا دن آوے تو اس بے نظیر مضمون کے مطالعہ سے سرور حاصل ہو جس کی قبل از وقت اتنی دھوم ہے۔ مگر جب مضمون نکلا تو بے ساختہ زبان سے نکلا ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

ایک دوسرے مقام پر ایڈیٹر ''اہل حدیث'' کی تعلّیوں کا جواب دیتے ہوئے اس کی بعض جہالتوں کا ذکر کرتے ہیں اور اس کو شرم وغیرت دلاتے ہیں:

''اخبار اہل حدیث کے ایڈیٹر نے مدرسوں کی سندات پیش کرکے مطالبہ کیا ہے کہ ہم بھی مدرسوں کی سندات پیش کریں۔ واضح ہو کہ میں نے امرت سر میں اساتذہ سے تعلیم پائی۔ اور میرے والد مرحوم موجود تھے۔ انھوں نے کوشش وجاں فشانی سے مجھے کچھ نہ کچھ تعلیم دلائی۔ میں اپنے والد مرحوم کی سرپرستی میں تھا نہ مجھے روٹیوں کی فکر تھی کہ ان کی تنگی کے باعث کان پور و دیوبند کی خاک چھانتا۔ بایں ہمہ مجھے دعویٰ نہیں کہ میں کچھ جانتا ہوں۔ کیوں کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ انا خَیرٌ کے دعوے نے ابلیس کو لعنتوں کا مستحق ٹھہرایا۔ اسی واسطے کسی بزرگ نے فرمایا ہے ع

خودستائی پیشۂ شیطاں بود

ایڈیٹر صاحب! آپ سندوں کو تہہ کرکے کسی ردی خانہ میں پھینک دیجیے یا ان کو شہد لگا کر چاٹ لیجیے۔ یہاں تو قابلیت درکار ہے نہ کہ اسناد۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ

''آدمی را بہ چشم حال نگر''

جب کہ آپ بہ قول حکیم غلام رسول صاحب یَغْدِر کو بغدر پڑھا کرتے ہیں۔ اور سہو کاتب کا عذر پیش کرتے ہیں۔ تو فرمایے آپ کی سندیں کس کام کی۔ براے خدا دیوبند اور کان پور کے مدرسوں کو بدنام نہ کیجیے۔ کیا یہ شرم کی بات نہیں کہ ایسی سندیں حاصل کرکے لفظ صحیح نہیں پڑھ سکتے۔

ہاں یہ تو فرمایے کہ مالکُم عَلَیہِنَّ مِنْ عِدَّۃٍ سے بیوہ کو عدت سے آزاد کرنے کا اجتہاد آپ نے دیوبند کے مدرسے سے سیکھا تھا یا کان پور کے مدرسے سے۔ شرم، شرم، شرم۔

جناب عالی اپنی قابلیت پیش کیجیے اور ''اہل فقہ'' کے مضامین کا جواب دیجیے۔ صرف سندیں دیکھنے سے آپ کے نام لیوا خوش نہیں ہو سکتے۔ جواب سے دل کیوں چراتے ہیں؟'' (۴۰)

اخبار ''اہل فقہ'' میں ان خرافات کا بھی دنداں شکن جواب دیا جاتا جو اعلیٰ حضرت کے تعلق سے اخبار ''اہل حدیث'' میں شائع کی جاتیں۔ یہاں نمونۃً صرف ایک مضمون نقل کیا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے دوسرے حج وزیارت کے موقع پر مخالفین نے یہ افواہ اڑائی کہ انھیں مقید کر دیا گیا۔ اور پنجاب کے کچھ اخبارات نے اس کو شائع بھی کیا۔ محبانِ اعلیٰ حضرت نے حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر مکی علیہ الرحمہ سے اس سلسلہ میں رابطہ کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ خبیثوں کا خبیث جھوٹ ہے۔ اس جھوٹ کا رد بھی شائع کر دیا گیا مگر اس کے باوجود اعلیٰ حضرت کی واپسی کے بعد مولوی ثناء اللہ امرت سری نے اپنے اخبار ''اہل حدیث'' میں کچھ لایعنی باتیں لکھیں۔ اس کے رد و ابطال میں

اخبار ''اہل فقہ'' نے جناب قاری غلام رسول صاحب (کراچی) کی ایک تحریر شائع کی جس کا عنوان تھا ''ایڈیٹر اہل حدیث و مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی'' وہ لکھتے ہیں:

''ناظرین اہل حدیث بہ خوبی جانتے ہوں گے کہ ایڈیٹر صاحب ''اہل حدیث'' کے کسی پرچہ میں یا غالباً دس اگست کے پرچہ میں حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں جس کی عبارت بہ لفظہ درج کی جاتی ہے۔

''مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مکہ شریف سے وطن میں آ گئے ہیں لیکن آج تک خاں صاحب نے مواخذۂ مکہ کی تکذیب نہیں کی۔ اور نہ کر سکتے ہیں۔ جب تک مولوی صاحب خود تکذیب نہ کریں کسی دوسرے ایرے غیرے کی بات کا اعتبار نہیں۔ فقط''

نہ معلوم ایڈیٹر صاحب کو ان سے ذاتی خصومت ہے یا کیا۔ واللہ اعلم کہ کس عنایت سے ایڈیٹر صاحب نے اس شہ سوار میدان احیاے سنت، وغضنفر بیابان اماتت کفر و بدعت کی بہ عافیت و صحت وطن میں آنے کی خبر بھی تحریر کی۔ غالباً مولانا صاحب کے نظر بند کیے جانے کی خبریں سن کر ہمارے حضرات اہل حدیث پھولے نہ سماتے ہوں گے لیکن جب بہ عافیت و صحت وطن لوٹ آنے کی خبر شنید میں آئی اور شائع کرنا پڑی تو کچھ نہ کچھ خوئے غیر مقلدیت ظاہر کرنا پڑی۔ بہ جز اس کے اور کیا کہہ سکتے تھے کہ مولانا صاحب نے آج تک اس خبر کی تکذیب نہ کی اور نہ کر سکتے ہیں۔ واہ رے تعصب۔ مگر ایڈیٹر صاحب نے خلاصۂ واقعہ مولانا صاحب کا آج تک نہ لکھا بلکہ اس آخری لفظ میں بھی تعصب کو نہ چھوڑا؟ باوجود یکہ دیگر اخبارات و رسائل نے بہ خوبی تکذیب و تردید کی مثل تحفۂ حنفیہ و معز زوطن و اہل فقہ، وغیرہ۔

چناں چہ مولوی حکیم حافظ محمد عبدالحمید صاحب فرخ دہلوی ایڈیٹر ''سلطان الاخبار'' و ''بمبئی پنچ بہادر'' نے اپنے اخبار بمبئی پنچ بہادر میں جو ہفتہ وار شائع ہوتا ہے مولانا صاحب فاضل بریلوی کے متعلق مضمون شائع کیا ہے۔ وہ خود مولانا صاحب کے کلام ہی کا خلاصہ ہے ایڈیٹر ''پنچ بہادر'' صاحب صفحہ ۴؍ کالم ۳؍ میں اول سرخی میں یہ مصرع مرقوم فرماتے ہیں ع

''باطل است آنچہ مدعی گوید''

مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب کے متعلق جو پنجاب کے اخبارات میں افواہیں اڑی تھیں کہ علم غیب کی بدولت وہ نظر بند کر دیے گئے ہیں۔ اس واقعہ کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے ہم خود بے چین تھے۔ اس لیے ہم مولانا صاحب ممدوح کی خدمت میں گئے۔ باوجود یکہ ان کے خلاف پنجابی اخبارات کے حوالہ سے ''پنچ بہادر'' میں بھی مضمون شائع ہو چکا تھا مگر وہ ہم سے بہ اخلاق و کرم پیش آئے۔ اس واقعہ کے متعلق انھوں نے فرمایا کہ یہ سب دشمنوں کا افترا ہے جب میری تحریر کا جواب نہیں دے سکتے تو جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لیے بدخبریں اڑاتے ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا: میرے رسالۂ علم غیب کے متعلق مکہ معظمہ میں غوغا ضرور ہوا تھا اور شریف صاحب نے باز پرس بھی کی تھی مگر میں نے اپنی تحریر کو بہ خوبی ثابت کر دیا۔ اس پر شریف وجد میں آ گئے اور غصہ کے ساتھ مخالفوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا **اللّٰہ یعطی و ھؤلاء یمنعون**۔ (اللہ دیتا ہے اور یہ لوگ مانع ہوتے ہیں) اس پر مخالفین شرمندہ ہوئے اور پھر طرح طرح کے شگوفے کھلانے لگے۔ فقط۔

یہ ہے پورا سچا واقعہ فاضل بریلوی صاحب کا۔ اور کہاں مواخذہ کیے جانے و مقید و نظر بند کیے جانے کا ناقابل ثبوت طومار۔ فافھم (۴۱)

ایڈیٹر اخبار ''اہل فقہ'' کی اعلیٰ حضرت کے ساتھ وابستگی:

ایڈیٹر اخبار ''اہل فقہ'' حضرت مولانا غلام احمد صاحب اخگر علیہ الرحمہ کے مفصل حالات معلوم نہ ہو سکے لیکن اخبار کے مشمولات اور اداریوں سے واضح طور پر ثابت ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت کے ہم عقیدہ و ہم مسلک تھے۔ آپ سے عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اور آپ کے بڑے مخلص اور پرجوش حامی تھے۔ آپ نے ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کے ساتھ ''تحریک انسداد ارتداد'' میں بھی حصہ لیا تھا۔

آپ نے ''اہل فقہ'' جلد دوم ۳؍ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ کی اشاعت کے اداریہ میں دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے جلسۂ دستار بندی کا خود اپنا آنکھوں دیکھا حال رقم کیا ہے۔ یہ جلسے تین دن جمعہ، شنبہ، یک شنبہ میں ہوئے تھے۔ اور ہر دن دو مجلسیں ہوئیں۔ ایک دن میں دوسری شب میں۔ ''اہل فقہ'' میں تینوں دن کی مفصل رپورٹ سپرد قرطاس کی گئی ہے لیکن یہاں صرف دو دن کی روداد نقل کی جاتی ہے۔ کہ ہمارا مقصود اسی سے متعلق ہے۔ اس مضمون سے مدیر ''اہل فقہ'' کی اعلیٰ حضرت کے ساتھ محبت و عقیدت و نیاز مندی اور ربط و تعلق ثابت ہوتا ہے۔ خود ان کے علم و فضل پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ زمانۂ اعلیٰ حضرت میں منظر اسلام کے احوال بھی معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس دور میں دینی جلسوں کا مزاج کیا تھا اور ان کے آغاز و اختتام کے اوقات کیا تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

''بریلی میں کچھ عرصہ سے اہل سنت و جماعت کا ایک مدرسہ زیر اقتدار اعلیٰ حضرت، حامی سنت، ماحی بدعت، جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول، حضرت مولانا، الحاج محمد احمد رضا خاں صاحب الملقب بہ عبد المصطفیٰ دام برکاتہم جاری ہے۔ اس مدرسہ کا نام منظر اسلام ہے۔ اور عام طور پر ''مدرسہ اہل سنت و جماعت'' کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۱، ۱۲، ۱۳؍ شعبان المعظم ۱۳۲۵ھ کو بہ مقام بریلی مسجد بی بی جی صاحبہ میں اس مدرسہ کے طلبا کی دستار بندی کا جلسہ ہوا۔ اگر چہ جلسہ کی خوبیاں صرف دیکھنے پر منحصر تھیں، اور جو لطف جلسہ کے حاضرین کو حاصل ہوا وہ سامعین کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ تاہم بالاختصار جلسہ کے حالات درجِ اخبار کیے جاتے ہیں۔

۱۱؍ شعبان المعظم یوم جمعہ اس عظیم الشان جلسہ کا پہلا دن تھا۔ اس روز دور دراز مقامات کے علمائے کرام جو مدعو تھے آنا شروع ہو گئے تھے۔ صبح کے سات بجے جلسہ کا افتتاح ہوا۔ جناب مولانا الحاج حامد رضا خاں صاحب خلف الرشید عالی جناب فاضل بریلوی مدظلہ نے اپنے بیان فیض ترجمان سے اس مبارک جلسہ کا افتتاح فرمایا اور مختصر حالات مدرسۂ ھٰذا بیان فرمانے کے بعد درود شریف پڑھایا گیا۔ اس کے بعد صاحب زادہ فاروق رضا طال عمرہٗ نے قرآن شریف

کا ایک رکوع تلاوت کیا۔ صاحب زادہ صاحب کی صغرسنی، اس پر قرآن شریف کا اعلیٰ اصول قراءت وتجوید کے ساتھ پڑھنا مدرسہ کی اعلیٰ تعلیم کا نقشہ کھینچ رہا تھا۔ ان کے بعد اس ترتیب سے علمائے کرام نے وعظ بیان فرمائے۔

(۱) مولانا مولوی فضل حق صاحب پیلی بھیت

(۲) مولانا مولوی محمد عبدالسلام صاحب جبل پوری

نماز جمعہ کے بعد اگر چہ کوئی اعلان نہیں کیا گیا تھا کہ جلسہ ہوگا بلکہ کہہ دیا گیا تھا کہ بعد نماز مغرب جلسہ شروع ہوگا۔ مگر لوگوں نے بعد نماز اصرار کیا کہ ضرور اس وقت بھی وعظ ہو۔ اس لیے مجبوراً پھر جناب مولانا مولوی فضل حق صاحب پیلی بھیتی ممبر پر تشریف لائے۔ اور دیر تک اپنے موثر بیان سے حاضرین کو مستفیض فرماتے رہے۔ ''اس کے بعد نیاز مند کو ارشاد ہوا۔ حسب الارشاد بزرگانِ دین کے اس خاک سار نے فرق ہائے ضالّہ کی تردید اور مدرسہ کی ضرورت کو ظاہر کیا'' اور نماز عصر کے لیے جلسہ برخاست ہوا۔

نماز مغرب کے بعد مولانا جناب مولوی حافظ محمد اسمٰعیل صاحب (پھپھوند ضلع اٹاوہ) نے عمدہ وعظ فرمایا۔ ان کے بعد عالی جناب، معلی القاب، صاحب زادہ محمد احمد اشرف میاں صاحب (کچھوچھہ شریف) نے وعظ فرمایا۔ وعظ کیا تھا رحمت کا دریا تھا جو امڈا چلا آرہا تھا۔ رات کے گیارہ بج گئے مگر نہ تو مولانا کا بیان ختم ہوا اور نہ ہی حاضرین کو سیری حاصل ہوئی۔ مگر دیر ہوجانے کے باعث جلسہ برخاست کرنا پڑا۔

(یک شنبہ کے جلسہ کا حال اس طرح بیان کیا ہے) یک شنبہ کے دن کا جلسہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ اگر چہ گزشتہ دنوں کے جلسوں میں بھی مسجد کا وسیع صحن پر ہوتا تھا مگر آج کچھ ایسی کثرت ہے کہ قبل از شروع جلسہ ہی لوگوں سے تمام صحن بھر گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آج کے دن حضرت مولانا بالفضل اولٰینا، حامی سنت، ماحی بدعت حضرت مولانا، حاجی، محمد احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہم کا وعظ ہونے والا تھا۔

سب سے پہلے ہمارے لائق دوست مولانا ابوالمنظور حکیم محمد عبدالماجد صاحب بدایونی نے اپنی خوش بیانی سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ ان کے بعد مولانا حافظ محمد اسمٰعیل صاحب نے وعظ فرمایا۔

ان کے بعد حضرت مولانا صاحب تشریف لائے۔ آپ نے نصوص قطعیہ سے حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فضائل بیان فرمائے۔ اور ان اشقیا کی زور سے تردید کی جو معاذ اللہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو شیطان کے علم سے کم درجہ قرار دیتے ہیں۔ نیز ایسے ملعونوں سے ہر مسلمان کو علاحدہ رہنے کی ہدایت فرمائی۔ حضرت مولانا صاحب کے مبارک وعظ کا نقشہ کھینچنا تو ہمارے امکان سے باہر ہے۔ اس کا لطف صرف حاضرین کے حصہ میں تھا۔ ایک صاحب منشی خلیل الرحمن تمام فرق ضالّہ کو حق پر سمجھتے تھے انھوں نے حضرت مولانا صاحب کے دست مبارک پر تجدید ایمان کی اور گیارہ آدمی ان سے بیعت ہوکر داخل سلسلہ ہوئے۔

آپ کے وعظ کے بعد جناب مولانا حسن رضا صاحب نے مدرسہ کی رپورٹ سنائی۔ اور مدرسہ کی ایک ضروری غرض سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ کہ غربائے اہل سنت کے لڑکوں کو اردو میں دینیات کی تعلیم اور صنعت وحرفت سکھائی جاوے۔ مدرسہ اپنی قلیل آمدنی کے باعث اس اہم کام کو شروع نہیں کرسکتا۔ اگر ہم دردانِ مدرسہ توجہ فرماویں تو درحقیقت اس تجویز میں کام یاب ہونے پر مدرسہ مسلمانوں کے لیے ازحد مفید ثابت ہوگا، اس کے بعد طلبائے فارغ التحصیل کو علوم کی سندیں عطا کی گئیں اور انعامات تقسیم کیے گئے۔ (دستار بندی کا حال لکھنے کے بعد لکھتے ہیں)

دستار بندی کی رسم ادا ہونے کے بعد حضرت فاضل بریلوی دام برکاتہم نے مدرس اعلیٰ کو مبارک باد دی کہ ان کی حسن سعی نے عمدہ نتائج پیدا کیے۔ اس کے بعد شب کو آخری اجلاس تھا مگر نیاز مند بہ حکم حضرت فاضل ممدوح (یعنی اعلیٰ حضرت) بدایوں چلا گیا۔ اس لیے اس جلسہ کو خود نہ دیکھ سکا۔ بدایوں سے واپس آنے کے بعد جلسہ کے حالات معلوم ہوئے۔ کہ بعد نماز مغرب نعت خوانی ہوئی اور علی الترتیب جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وجناب مولانا فاخر الہ آبادی، وحضرت صاحب زادہ محمد اشرف صاحب کا وعظ ہوا اور جلسہ بڑی کام یابی کے ساتھ ختم ہوا۔ (اس کے بعد مذکورہ علما کے علاوہ دیگر شریک جلسہ علمائے کرام کے اسمائے گرامی مذکور ہیں اور ترقی مدرسہ کے لیے دعا ہے۔)

ہفت روزہ ''دبدبۂ سکندری'' رام پور:

''دبدبۂ سکندری'' رام پور ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء میں جاری ہوا۔ قیمت فی شمارہ دو آنہ تھی۔ اور سالانہ زرتعاون اس طرح تھا۔ والیانِ ریاست سے پچاس روپے، امراو بزرگان قوم وطن سے بارہ روپے، عام شائقین سے چھ روپے اور ساداتِ کرام وعلمائے عظام سے چار روپے۔ ''دبدبۂ سکندری'' نے بفضلہٖ تعالیٰ بڑی لمبی عمر پائی۔ ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء میں جاری ہوا اور ہم نے جس شمارے سے یہ معلومات حاصل کی ہیں وہ ۲۸/ ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ/ ۵/ نومبر ۱۹۴۵ء کا شمارہ اور جلد نمبر ۸۳/ رہے۔ یعنی اس وقت سن قمری کے حساب سے اس کو جاری ہوئے بیاسی سال ہوگئے تھے۔ آگے نہیں معلوم کہ کب تک جاری رہا......اس کے مالک ومدیر جناب شاہ محمد فضل حسن صابری علیہ الرحمہ تھے۔ (۴۲)

جناب شاہ محمد فضل حسن صابری صاحب چودھویں صدی ہجری کے مشہور صحافی تھے۔ آپ شاہ محمد حسن صابری کے فرزند ارجمند تھے۔ نہایت حلیم الطبع، خوش اخلاق، سیر چشم، مستغنی اور ہر دل عزیز تھے۔ سچے عاشق خدا ورسول تھے۔ آپ کے حجرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کا کتبہ آویزاں رہتا۔ اس کے روبرو کھڑے ہوکر دن میں کئی بار صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے۔ موقع ملتا تو کسی نعت خواں کو بلا کر امام احمد رضا کی لکھی ہوئی نعت سنانے کی فرمائش کرتے یا حضرت عارف جامی، حضرت امیر خسرو، حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہم کا کلام سنتے۔ (۴۳)

''دبدبۂ سکندری'' نے قوم وملت کی نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۲۳ء میں آریہ ہندوؤں نے پنڈت شردھانند کی قیادت میں مسلم راج پوتوں کو مرتد بنانے کی مہم

چلائی جو ''شدھی تحریک'' اور فتنۂ ارتداد کے نام سے جانی جاتی ہے۔ انھوں نے اس کے لیے لالچ اور دباؤ سب کچھ استعمال کیا تھا۔ اور بہت سے راج پوت مسلمان ان کے فتنے میں مبتلا بھی ہوئے۔ جب حضور مفتی اعظم ہند کو آریوں کے ناپاک عزم کا علم ہوا تو آپ نے جماعت رضاے مصطفی کے پرچم تلے علما و مشائخ کو ساتھ لے کر تحریک انسداد فتنۂ ارتداد کا آغاز کیا۔ جماعت رضاے مصطفی کے کارکنان نے اس موقع پر جو عظیم قربانیاں دیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کو فتنۂ ارتداد سے بچانے کے لیے جان و دل سے شبانہ روز جد و جہد کی۔ آریوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور جان ہتھیلی پر رکھ کر ہر اس بستی میں پہنچے جہاں آریوں نے فتنۂ ارتداد کی آگ بھڑکانے کی کوشش کی۔ بفضلہٖ تعالیٰ جماعت رضاے مصطفی کو ہر محاذ پر روشن کام یابی ملی اور آریوں کو شکست و ندامت کا منہ دیکھنا پڑا۔ جن مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کی جا رہی تھی وہ اس فتنہ سے محفوظ رہے اور جو مرتد ہو گئے تھے انھوں نے دوبارہ دولتِ اسلام کو اپنے سینے سے لگایا۔ بلکہ بہت سے غیر مسلم بھی مشرف بہ اسلام ہوئے اور آخر کار ان قربانیوں کا یہ ثمرہ نکلا کہ ''شدھی تحریک'' کا جنازہ نکلا اور قوم مسلم اس طوفان سے محفوظ ہو گئی۔ اس تحریک انسداد فتنۂ ارتداد کا سلسلہ ۱۹۲۳ء سے شروع ہو کر ۱۹۲۶ء تک جاری رہا۔ (۴۴)

اس موقع پر جناب فضل حسن صابری صاحب نے جماعت کا بھرپور تعاون کیا۔ اپنے اخبار کو جماعت کے لیے وقف کر دیا۔ ''دبدبۂ سکندری'' میں جماعت رضاے مصطفی کی مفصل سرگرمیاں شائع کرتے۔ اس کی حمایت میں مضامین لکھتے، مسلم انجمنوں سے اس کے تعاون کی اپیل کرتے۔ قادیانیوں کے پرچے ''الفضل قادیان ہند'' نے جماعت کے خلاف آواز اٹھائی تو اس کو دنداں شکن جواب دیے۔

جناب مرزا عبدالوحید بریلوی کی کتاب ''حیاتِ مفتی اعظم'' میں ''دبدبۂ سکندری'' کے حوالوں کی مدد سے تحریک انسداد فتنۂ ارتداد کے حالات و واقعات رقم کیے گئے ہیں۔ ''دبدبۂ سکندری'' کے جن شماروں کے حوالے دیے گئے ہیں راقم نے ان کو شمار کیا تو وہ ۲۸ رشمارے نکلے۔ بہت ممکن ہے کہ اور شماروں میں بھی ذکر ہو، جناب عبدالوحید صاحب کو اس قدر ہی دست یاب ہوئے ہوں یا انھیں جو امور اپنی کتاب میں درج کرنے تھے وہ انہی شماروں میں ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تحریک کی مکمل تاریخ ''دبدبۂ سکندری'' کے شماروں میں محفوظ ہے اور یہ شمارے رضا لائبریری میں محفوظ ہیں۔

ایک موقع پر جماعت کی خبریں نہیں بھیجی جا سکیں تو ''دبدبۂ سکندری'' کی جانب سے اس کی شکایت کی گئی۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ العزیز نے ایڈیٹر ''دبدبۂ سکندری'' کو مکتوب گرامی ارسال فرمایا جس میں خبریں ارسال نہ کیے جانے کی وجہ لکھی اور اخبار کی خدمات و اعانت کا اعتراف فرمایا۔ آپ لکھتے ہیں:

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب دبدبۂ سکندری زید لطفہ، السلام علیکم

> اخبار ''دبدبۂ سکندری'' مورخہ ۱۲ رنومبر موصول ہوا۔ ری ویو رودادِ سالِ سوم جماعت رضاے مصطفی بریلی نظر سے گزرا۔ محبی! آپ کی مخلصانہ شکایات کا ارا کین جماعت مبارکہ اعتراف کرتے ہیں اور اس امر کا یقین دلاتے ہیں کہ حاشا جماعت احسان فراموش نہیں ہے۔ وہ ایسے مخلصین و محبین و معاونین کی تہ دل سے ہر آن شکر گزار اور آئندہ نظر کریمانہ کی امیدوار و خواست گار اور طالب دعا بہ بارگاہ سرکار ابد قرار مالک و مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ جماعت مبارکہ میں جس وقت سے شعبۂ تبلیغ کا اضافہ ہوا بے شک اخبار ''دبدبۂ سکندری'' خالص اسلامی درد سے ہمارے ساتھ رہا اور جماعت کے دوش بہ دوش اس کی حمایت، اس کی استعانت، اس کی فلاح و بہبود، اس کی توسیع میں سعی بلیغ فرماتا رہا۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ اگر کسی ہم عصر اخبار مخالف نے حسب عادت قدیمہ جماعت کے خالص اسلامی کام میں روڑا اٹکانا چاہا تو اس کی ایسی سرکوبی کی کہ وہ سر اٹھانے سے مجبور رہا۔ مہربان! بھلا آپ جیسے محسن کے بار احسان سے جماعت سبک دوش ہو سکتی ہے؟ یہ جو کچھ جناب کو شکایت کا موقع ملا محض کارکنان کی قلت اور کام کی کثرت اور سید ایوب علی ناظم و سید قناعت علی امین دفتر کی علالت کے باعث ہوا۔ امید کہ جناب درگزر فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ اس کے علاوہ ہم علی گڑھ گزٹ، ومشرق گورکھ پور، و رسالہ اشرفی کچھوچھہ مقدسہ، و مجدد لاہور، و روزانہ اخبار بریلی، و اخبار الفقیہ امرت سر، و ملت میرٹھ، و منصور بجنور کے بھی مشکور ہیں کہ یہ جماعت رضاے مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کی حمایت میں مضمون شائع کرتے رہے۔ نیز ان رسائل و اخبارات کے بھی ممنون ہیں جن کا صدر دفتر جماعت مبارکہ بریلی کو بہ وجہ نہ آنے کے علم نہیں۔ اگر ایڈیٹر صاحب ایک ایک کاپی ایسے اخبار کی بہ غرض آگاہی بھیج دیا کریں تو ان کا نام بھی ممبران جماعت کو معلوم ہو جائے۔ جس سے توسیع خریدارانِ اخبار کی قوی امید ہے۔ والسلام مع الاکرام
>
> (دبدبۂ سکندری، ۱۷ رنومبر ۱۹۲۳ء، صفحہ ۴) (۴۵)

اعلیٰ حضرت کے ساتھ وابستگی:

حضرت مولانا مفتی سید شاہد علی صاحب رضوی رام پوری لکھتے ہیں:

حضرت شاہ فضل حسن صابری کو معاصر علما میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے قلبی عقیدت تھی اور اس قدر گہرا تعلق تھا کہ اکثر بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت سے شرف ملاقات حاصل کرتے۔ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ، مضامین، اعلانات اور خبریں، اعلیٰ حضرت کے شیوخ عظام، اساتذۂ کرام، تلامذہ، خلفا، صاحب زادگان، دار العلوم منظر اسلام اور جماعت رضاے مصطفی سے متعلق مضامین اور خبریں اپنے اخبار ''دبدبۂ سکندری'' میں پورے اہتمام کے ساتھ شائع فرماتے۔ (۴۶)

اعلیٰ حضرت بھی آپ سے قلبی لگاؤ رکھتے اور آپ پر بڑے کرم فرماتے تھے۔ حضرت مولانا شہاب الدین صاحب رضوی تحریر فرماتے ہیں: ''جب امام احمد رضا، شاہ صابری کے نام خط تحریر فرماتے تو خط کی پیشانی پر یہ کلمہ ضرور لکھتے ''محب علم و دانش'' اپنے یہاں منعقد ہونے والی ہر تقریب کے لیے باقاعدہ دعوت نامہ بھیجتے۔ یہ خطوط آج بھی اخبار ''دبدبۂ سکندری'' میں محفوظ ہیں۔ (۴۷)

شاہ صابری صاحب نے امام احمد رضا کے تعارف میں امام کی حیاتِ ظاہری ہی میں متعدد مضامین تحریر کیے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا جو رتبہ ہے اسے تو آنکھ والوں سے پوچھیے۔ نابینا ہرگز کسی بات کو نہیں دیکھ سکتا اور نہ یہ بتا سکتا ہے کہ کسی کے قصر فضل و کمال کا کون سا درجہ کس صنف و دست کاری سے بن کر مرتب ہوا ہے بلکہ وہ ساری دنیا کو اپنے ہی مثل جانتا اور سمجھتا ہے۔ (مزید لکھتے ہیں۔)

اعلیٰ حضرت کی ذات سے ہم کو یہ فخر کیا کم ہے کہ اشرافِ مکہ معظّمہ آپ کی نعلین پاک کو بوسہ دینے کی تمنا رکھتے ہیں۔ مسلمانو! یاد رکھو، یہ اس عزت و احترام کا صدقہ ہے جو اس عاشق محبوب ربانی کو ملا ہے۔ جس نے تن من دھن خدا کے محبوب جمیل کی عزت کے لیے وقف کر دیا ہے۔ رہی یہ بات کہ بد عقل یہ بہت جلد کہہ بیٹھتے ہیں کہ مولانا کو کفر کا فتویٰ خوب یاد ہے اور بہت جلد کافر بنا دیتے ہیں۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ حضرت! شریعت تو مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا آئین مقدس ہے۔ مولانا کے گھر کی شریعت نہیں۔ وہ جو بھی فرماتے ہیں شریعت کی اتباع سے فرماتے ہیں۔ تو یہ مولانا پر اعتراض نہیں مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے، معاذ اللہ۔ بلکہ عین خدا جل وعلیٰ پر۔ بھلا اس حماقت کی حد بھی ہے۔(۴۸)

ماہ نامہ ’’انجمن نعمانیہ ہند‘‘ لاہور:

یہ ماہ نامہ ’’انجمن نعمانیہ‘‘ لاہور کی جانب سے شائع ہوتا تھا۔ اجرا کی تاریخ اور دیگر کوائف معلوم نہ ہو سکے لیکن اس قدر ثابت ہے کہ انجمن نعمانیہ کی یہ صحافتی خدمت عہد رضا ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسا کہ آئندہ سطور سے معلوم ہوگا۔

ایک عرصہ تک ماہ نامہ مذکور کی ادارت کے فرائض پروفیسر علامہ محمد نور بخش توکلی علیہ الرحمہ نے انجام دیے۔ آپ کے پر مغز مضامین اور فتاویٰ بھی اس میں شائع ہوتے تھے۔(۴۹)

انجمن نعمانیہ لاہور اپنے زمانے میں ایک مشہور و معروف اور متحرک و فعال ادارہ تھا۔ حمایت اسلام و سنت، مدارس کا قیام، بد مذہبوں کے حملوں کی مدافعت اور دیگر قومی فلاح و بہبود کے کام انجام دینا، یہ انجمن کے اغراض و مقاصد تھے۔

جب ۱۹۲۳ء میں جماعت رضائے مصطفی بریلی شریف کی طرف سے فتنۂ ارتداد کے انسداد کی کوششیں کی گئیں تو جماعت کے تعاون کے لیے انجمن ھذا نے بھی اپنا وفد بھیجا تھا۔(۵۰) اس کے زیر اہتمام دار العلوم نعمانیہ بھی چلتا تھا۔ علامہ محمد نور بخش توکلی صاحب علیہ الرحمہ بھی اس کے ناظم تعلیمات رہے۔ لاہور میں اور بھی چند مدارس انجمن نے قائم کیے تھے۔(۵۱) انجمن کے زیر اہتمام دار العلوم کا سالانہ اجلاس بھی ہوتا تھا جس میں ایک بار حضرت مولانا معوان حسین علیہ الرحمہ ابن حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب علیہ الرحمہ رام پوری بھی تشریف لے گئے تھے۔(۵۲)

جناب خلیل احمد رانا صاحب نے حضرت قاضی فضل احمد صاحب علیہ الرحمہ کے تذکرے میں ماہ نامہ ’’انجمن نعمانیہ ہند‘‘ کا ایک اقتباس ذکر کیا ہے۔ یہاں اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ یہ اقتباس اس بات کا شاہد ہے کہ ماہ نامہ مذکور عہد رضا میں شائع ہوتا تھا۔ لکھتے ہیں:

> ’’انجمن نعمانیہ کے بتیسویں سالانہ جلسہ (منعقدہ ۴، ۵، ۶ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ/ ۲۸، ۲۹، ۳۰ نومبر ۱۹۱۹ء) میں حضرت قاضی فضل احمد لدھیانوی نے اپنی تقریر محررہ ۱۹ صفر ۱۳۳۸ھ بہ نام ’’عزت و توقیر سید مکہ‘‘ (۱۳۳۸ھ) پڑھ کر سنائی۔ آپ ہر تقریر کے ابتدائی خطبہ کے بعد درود تاج شریف ضرور پڑھا کرتے تھے۔ اس تقریر کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:
>
> ’’حیف صد حیف ان نام کے مسلمانوں پر ہے جو انکار کر کے بڑی متمردی اور گستاخی سے کہتے ہیں کہ ’’آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی حال معلوم نہیں۔‘‘ اور شوخ چشمی سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ’’آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطان کا علم زیادہ ہے۔‘‘ اور جب کبھی حضور کے علم غیب کا ذکر آتا ہے تو ہنستے اور استہزا کرتے ہیں بلکہ دریدہ دہنی سے یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم غیب ہونے کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے مشرک ہے۔ العیاذ باللہ۔ گویا جب قرآن شریف پڑھتے ہیں تو عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ، وَ مَاھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ، وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ اور ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی اور تِلْکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْھَا اِلَیْکَ وغیرہ تلاوت نہیں کرتے۔‘‘ (ماہ واری رسالہ ’’انجمن نعمانیہ ہند‘‘ لاہور بابت ربیع الاول ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء صفحہ ۵۴، ۵۵)(۵۳)

اعلیٰ حضرت کے ساتھ وابستگی:

انجمن نعمانیہ کے اراکین کو اعلیٰ حضرت کے ساتھ عقیدت و قلبی وابستگی تھی۔ حضرت مولانا شاہ محرم علی چشتی علیہ الرحمہ صدر ثانی انجمن نعمانیہ لاہور اپنے ایک مکتوب محررہ بتاریخ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ میں بارگاہ اعلیٰ حضرت میں اس طرح عرض گزار ہیں:

> ’’باوجود انجمن نعمانیہ کی آں جناب کے ساتھ تمام ہندوستان میں خصوصیات مشہور ہو جانے کے، اور اراکین انجمن کو آں جناب کے ساتھ ایسا دلی خلوص اور نیاز ہونے کے، جناب کی طرف سے کسی خاص التفات کا اس کی نسبت ظہور نہ ہونا کون سی وجوہات پر مبنی ہے؟ اگر انجمن میں کوئی امور قابل اصلاح ہیں تو وہ کیا ہیں؟‘‘

اعلیٰ حضرت نے اس کا جواب دیا:

> ’’کئی سال سے بحمدہٖ تعالیٰ فقیر اسے خالص انجمن اہل سنت سمجھتا ہے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ کوئی امر قابل شکایت معلوم نہ ہوا مگر مولانا! اس فقیر حقیر کے ذمہ کاموں کی بے انتہا کثرت ہے۔ اور اس پر نقاہت و ضعف کی قوت اور اس پر محض تنہائی و وحدت، ایسے امور ہیں کہ فقیر کو دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونے سے مجبورانہ باز رکھتے ہیں۔ خود اپنے مدرسہ میں قدم رکھنے تک کی فرصت نہیں ملتی۔ یہ خدمت کہ فقیر سراپا تقصیر سے میرے مولائے اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محض اپنے کرم سے لے رہے ہیں، اہل سنت و مذہب اہل سنت ہی کی خدمت ہے۔‘‘(۵۴)

اعلیٰ حضرت انجمن کو اپنی تصنیفات ارسال فرماتے، امور انجمن میں آپ سے مشورہ لیا جاتا۔ چناں چہ اسی مکتوب میں اعلیٰ حضرت سے امور ذیل کے بارے میں مشورہ اور رہ نمائی حاصل کی گئی ہے:

(۱) بدمذہبوں کے حملوں کی مدافعت کے لیے کیا تدابیر اپنائی جائیں۔
(۲) مناظرہ کی ضرورت ہو تو کن علما سے رجوع کیا جائے۔
(۳) ایسے علما کی فہرست جو اعلیٰ حضرت کے ہم خیال اور مستند ہوں۔
(۴) اہل سنت کے لیے مجموعی مرکز بنانے کے تعلق سے رائے اور اس کی تدابیر۔

انجمن کی طرف سے ''عقائد حنیفہ'' مرتب کیے گئے تو ان کو آپ کے پاس بھیجا گیا کہ تصدیق فرمادیں ورنہ اصلاح فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت نے ان تمام امور کا مفصل و مدلل جواب عنایت فرمایا جو فتاویٰ رضویہ دوازدہم میں ہے۔ مختصر یہ کہ انجمن کے ارکان آپ سے گہری عقیدت اور نیاز مندانہ روابط رکھتے تھے۔

اخبار ''روز افزوں''، بریلی شریف:

یہ اخبار بریلی شریف سے اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی اور شاگرد استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں نکلتا تھا۔ (۵۵) اس کے مدیر حضرت مولانا سید محمود علی صاحب عاشق بریلوی تھے۔ آپ استاذ زمن کے شاگرد تھے۔ (۵۶) اس سے زیادہ حالات دست یاب نہ ہوئے۔

جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا کہ یہ کم وقتی اور محدود تلاش وجستجو کا حاصل ہے۔ اگر اس سلسلہ میں لائبریریوں کو کھنگالا جائے اور ہند و پاک کے محقق و وسیع المطالعہ حضرات سے رابطہ کیا جائے تو اس فہرست کا حال یقیناً کچھ اور ہوگا۔ **والحمدللہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی رحمۃ للعالمین، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔**

مآخذ ومراجع

(۱) عالی جناب سید مرتضیٰ علی صاحب رضوی محلہ بانس منڈی، بریلی شریف کی عنایت وکرم سے ''الرضا'' کے پہلے اور چند دیگر شماروں کی زیارت نصیب ہوئی۔ انھی شماروں سے یہ معلومات حاصل ہوئیں۔ موصوف کے والد ماجد جناب سید مشتاق علی صاحب مرحوم اعلیٰ حضرت کے مرید اور آپ کی بارگاہ کے حاضر باش تھے۔ راقم موصوف کا شکر گزار ہے۔
(۲) امام احمد رضا بریلوی اور نظریہ حرکت زمین، از ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، مشمولہ یادگار رضا ممبئی ۱۴۱۵ھ ص ۴۵
(۳) سیرت اعلیٰ حضرت، مصنفہ حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب، ص ۸۵
(۴) امام احمد رضا بریلوی اور نظریہ حرکت زمین، یادگار رضا ممبئی ۱۴۱۵ھ ص ۴۶
(۵) گناہ بے گناہی، از ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، ص ۴۶
(۶) اداریہ یادگار رضا ممبئی ۱۴۱۵ھ، از حضرت مولانا شہاب الدین رضوی، ص ۴
(۷) تاریخ اجرا حضرت مولانا محمد یامین صاحب قبلہ مہتمم جامعہ نعیمیہ کی عنایت سے حاصل ہوئی۔
(۸) پیغام عمل، مرتبہ علامہ یٰسین اختر صاحب مصباحی، ص ۶، بہ حوالہ ماہ نامہ السواد الاعظم مراد آباد، شمارہ رجب ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء
(۹) گناہ بے گناہی، بہ حوالہ السواد الاعظم مراد آباد، شمارہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ، ص ۳۰
(۱۰) حوالہ مذکور
(۱۱) مضمون ''مولانا سید محمد معین الدین نزہت قادری'' از خلیل احمد رانا صاحب، مشمولہ جہان رضا لاہور رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ ص ۴۷
(۱۲) امام احمد رضا خاں میرے کتب خانہ میں، از محمد مختار حق لاہوری، مشمولہ جہان رضا ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ، ص ۶۷
(۱۳) صدر الافاضل اور امام احمد رضا، از مولانا مختار احمد بہیڑوی، مشمولہ سال نامہ تجلیات رضا، امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف صفر ۱۴۲۳ھ، ص ۸۳
(۱۴) مولانا سید محمد معین الدین نزہت قادری، مشمولہ جہان رضا لاہور رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ، ص ۸۶
(۱۵) امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، از علامہ یٰسین اختر مصباحی، ص ۶۴
(۱۶) ایضاً، بہ حوالہ تذکرۂ علمائے اہل سنت، مولانا محمود احمد قادری، ص ۲۳
(۱۷) حوالہ مذکور
(۱۸) ماہ نامہ الرضا بریلی ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ
(۱۹) یہ تمام امور ڈاکٹر فاروق احمد صاحب صدر شعبۂ اردو بہار یونی ورسٹی مظفر پور بہار کے مضمون ''امام احمد رضا کے ایک رفیق کار قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی''، مشمولہ سال نامہ تجلیات رضا، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی ۱۴۲۷ھ ص ۱۳۰/ سے ماخوذ ہیں۔ البتہ عنوان کی مناسبت سے ترتیب اور بعض مقامات پر عبارات میں کچھ تصرف ہے۔ موصوف نے یہ تمام امور معتبر حوالوں سے نقل کیے ہیں۔
(۲۰) حوالہ مذکور
(۲۱) سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۱۴۷، بہ حوالہ اعلام ضروری، ص ۵
(۲۲) فتاویٰ رضویہ ششم ص ۳۶۶
(۲۳) سیرت اعلیٰ حضرت، مصنفہ حضرت مولانا حسنین رضا خاں بریلوی، ص ۱۱۳
(۲۴) المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند، ص ۸

(۲۵) امام احمد رضا کے ایک رفیق کار قاضی عبدالوحید فردوسی، مشمولہ تجلیات رضا ۱۴۲۷ھ، ص ۱۳۲

(۲۶) حوالۂ مذکور (۲۷) حوالۂ مذکور

(۲۸) یہ بات اہل سنت کے مشہور قلم کار جناب ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب سے معلوم ہوئی۔

(۲۹) یہ معلومات الفقیہ جلد ۲۵ رشمارہ ۲۱ راگست ۱۹۴۲ء کے سرورق سے حاصل ہوئی۔

(۳۰) ماہ نامہ حنفی امرت سر شمارہ مئی ۱۹۲۴ء، جاری کردہ مولانا معراج الدین جو الفقیہ کے بھی ایڈیٹر تھے۔

(۳۱) الفقیہ، شمارہ ۲۱ راگست ۱۹۲۴ء کا سرورق

(۳۲) تقاریظ امام احمد رضا، از سید صابر حسین شاہ بخاری قادری، مشمولہ سال نامہ تجلیات رضا ۱۴۲۷ھ، ص ۸۹

(۳۳) مہمان اداریہ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور مئی ۲۰۰۶ء، ص ۳، بہ حوالہ کلیات مکاتیب رضا

(۳۴) تذکرۂ قاضی فضل احمد لدھیانوی، از خلیل احمد رانا صاحب، مشمولہ جہان رضا لاہور صفر ۱۴۲۱ھ، ص ۵۷

(۳۵) حوالۂ مذکور

(۳۶) اہل فقہ، شمارہ ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۲۵ھ کو جلد ثانی کا شمارہ اول قرار دیا ہے اور اداریہ میں لکھا ہے کہ پہلا سال بہ خیر و خوبی پورا ہوا۔ اس سے اس امر کا تعین کیا گیا کہ ''اہل فقہ'' کا اجرا جمادی الآخر ۱۳۲۴ھ میں ہوا۔

(۳۷) اہل فقہ، جلد اول شمارہ ۱۵ محرم ۱۳۲۵ھ، ص ۳

(۳۸) اہل فقہ، شمارہ ۱۵ رفروری ۱۹۰۰ء، ص ۲

(۳۹) یہ شمارے امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف کی ملک ہیں۔

(۴۰) اہل فقہ۔ جلد اول شمارہ ۱۵ محرم ۱۳۲۵ھ، ص ۳ ملخصاً

(۴۱) اہل فقہ، شمارہ ۱۳ راگست ۱۹۱۶ء ملخصاً

(۴۲) یہ معلومات اخبار دبدبۂ سکندری کے سرورق سے حاصل ہوئیں۔

(۴۳) امام احمد رضا اور علماے رام پور، از مولانا شہاب الدین رضوی، مشمولہ یادگار رضا ممبئی ۱۴۱۵ھ، ص ۱۱۲

(۴۴) حیات مفتی اعظم، حصہ اول مرزا عبدالوحید صاحب بریلوی، متفرق صفحات سے۔

(۴۵) حوالۂ مذکور، ص ۱۵۳

(۴۶) امام احمد رضا اور علماے رام پور، مشمولہ یادگار رضا ممبئی ۱۴۱۵ھ، ص ۱۱۲ (۴۷) حوالۂ مذکور

(۴۸) مضمون مذکور، ص ۱۱۳، بہ حوالہ ''دبدبۂ سکندری''، رام پور ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ، ص ۳

(۴۹) پروفیسر علامہ محمد نور بخش توکلی، از جناب محمد عبدالستار مسعودی لاہوری، مشمولہ جام نور دہلی مئی ۲۰۰۶ء، ص ۱۹

(۵۰) حیاتِ مفتیِ اعظم اول، ص ۱۴۸ (۵۱) ماہ نامہ جام نور دہلی مئی ۲۰۰۶ء، ص ۱۹

(۵۲) جہان رضا لاہور، شمارہ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ، ص ۲۸ (۵۳) جہان رضا لاہور، صفر ۱۴۲۱ھ، ص ۴۷

(۵۴) فتاویٰ رضویہ، دوازدہم، ص ۱۴۱

(۵۵) مولانا نقی علی خاں، حیات، خدمات اور کارنامے، از ڈاکٹر محمد حسن بریلوی

(۵۶) یادگارِ رضا، رضا اکیڈمی ممبئی ۱۴۱۵ھ، ص ۱۲۱

☆☆☆

[یادگارِ رضا شمارہ ۲۰۰۹ء/ ۱۴۳۰ھ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی]